تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار — لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

جاری کردہ : اقتدار احمد مرحوم — ۳۰ جولائی ۱۹۹۷ء — مدیر : حافظ عاکف سعید

مسلمانانِ ہند کا روشن ماضی اور ملتِ اسلامیہ پاکستان کی خصوصی ذمہ داری

فتنہ تاتار کے دوران جب وسطی اور مغربی ایشیا شورش و ہلاکت اور تباہی و بربادی کا شکار ہوئے' اسلام کی علمی اور روحانی وراثت تدریجاً سرزمینِ ہند کو منتقل ہوتی چلی گئی تاآنکہ جیسے ہی امت کی تاریخ کے "الفِ ثانی" یعنی دوسرے ہزار سالہ دور کا آغاز ہوا تجدیدِ دین کا اصل مرکز ہندوستان بن گیا۔ چنانچہ گیارھویں صدی ہجری کے عظیم ترین مجدد شیخ احمد سرہندیؒ بھی یہیں پیدا ہوئے..... پھر بارھویں صدی ہجری کے مجددِ اعظم شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بھی یہیں پیدا ہوئے جو تنہا اپنی ذات میں جملہ علوم اسلامی ہی کے مجدد نہیں فکرِ اسلامی اور حکمتِ دینی کے بھی مجددِ اعظم تھے۔ پھر تیرھویں صدی ہجری میں سید احمد بریلویؒ بھی یہیں پیدا ہوئے جو بلاشبہ سلوکِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور جہادِ اسلامی کے مجددِ اعظم تھے..... اسی طرح چودھویں صدی ہجری میں بھی جو اعاظم رجال سرزمین ہند میں پیدا ہوئے ان کی نظیر پورا عالمِ اسلام پیش کرنے سے قاصر ہے۔ چنانچہ طبقہ علماء میں سے اسیرِ مالٹا شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ ایسی عظیم شخصیت' اور جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں سے علامہ اقبال ایسا مفکرِ ملت اور حکیمِ امت' پھر مولانا محمد الیاس ایسا عظیم مبلغ اور مولانا مودودی ایسا عظیم مصنف پورے عالمِ اسلام میں کہیں ڈھونڈے سے بھی نہیں مل سکتا! ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ (الجمعہ : ۴) "یہ اللہ کا فضل ہے' وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے' اور اللہ بڑے فضل والا ہے"۔

الغرض' گزشتہ پوری چار صدیوں کے دوران اگر دین کے علم و فکر ہی نہیں' دعوت و جہاد کی تجدید کا مرکز بھی ہندوستان بنا رہا تو ظاہر ہے کہ یہ مشیتِ ایزدی کے تحت ہی ہوا..... چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ "الفِ ثانی" کی ان تجدیدی مساعی نے ملتِ اسلامیہ ہندیہ کے سر پر ایک عظیم دستارِ فضیلت باندھ دی ہے' جس کی بناء پر اس کی ذمہ داری بھی بقیہ پوری امتِ مسلمہ کے مقابلے میں نہایت عظیم اور گراں اور دہ چند ہی نہیں سوگنا بن گئی ہے!

اور اب توجہ فرمایئے تاریخ کی اس "کروٹ" کی جانب جس کے نتیجے میں اس عظیم ذمہ داری کا پورا بوجھ ملتِ اسلامیہ پاکستان کے کندھوں پر آگیا ہے۔ یہ کروٹ تحریک پاکستان اور اس کے نتیجے میں قیامِ پاکستان سے عبارت ہے' جس کا اعلانیہ مقصد اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کا قیام اور پورے عالمِ انسانیت کے سامنے اسلام کے "اصول حریت واخوت و مساوات کا ایک نمونہ" پیش کرنا تھا۔ چنانچہ مفکر و مصورِ پاکستان علامہ محمد اقبال نے بھی اپنے خطبہ الٰہ آباد (۱۹۳۰ء) میں فرمایا تھا کہ : "مجھے یقین ہے کہ ہندوستان کے شمال مغربی علاقے میں ایک آزاد مسلمان ریاست کا قیام تقدیر مبرم ہے۔ اور اگر ایسا ہو گیا تو ہمیں ایک موقع مل جائے گا کہ اسلام کی اصلی تعلیمات پر جو پردے عرب ملوکیت (امپیریلزم) کے دور میں پڑ گئے تھے انہیں ہٹا کر دوبارہ اصل اسلام کا ایک نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر سکیں!"..... اب اس عظیم ذمہ داری کا پورا بوجھ ملتِ اسلامیہ پاکستان کے کندھوں پر ہے اور اس کی قسمت یا بدقسمتی بالکلیہ اسی کے ساتھ وابستہ ہے!

(ماخوذ از "مسلمان امتوں کا ماضی حال اور مستقبل" تالیف ڈاکٹر اسرار احمد)

قیمت : ۲ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث امروز

جنرل (ر) محمد حسین انصاری

امریکی امداد

۱۸ جولائی کو یہ خبر جلی سرخیوں سے شائع ہوئی کہ امریکہ نے پاکستان کے لئے فوجی اور اقتصادی امداد بحال کر دی ہے۔ اگرچہ بحال ہونے والی امداد فی الحال محدود ہو گی اور امریکی سینیٹ کے اس فیصلے کو کانگریس کے دونوں ایوانوں کی منظوری کے لئے ابھی پیش بھی ہونا ہے۔ تاہم ہمارے لئے یہ اطلاع اس قدر باعث مسرت ہے کہ ریڈیو اور اخبارات اس خبر کو نشر کرتے ہوئے پھولے نہیں سمائے۔ ہماری اشتہا کا انداز کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے گاؤں کا چودھری کسی دست نگر پر شیخی بگھارنے کے جرم میں ناراض ہو اور پھر ایک روز اسے کہلا بھیجے کہ ہفتے دس روز میں کچھ نہ کچھ تمہاری ہتھیلی پر ڈال دوں گا' اور وہ بیچارہ شخص چودھری کی عنایت کا ذکر ہر ایک سے کہتا پھرے۔ امریکی امداد کی بحالی کے فیصلے نے بہتوں کو خوش کر دیا ہو گا۔ فوجی کہتے ہوں گے چلو فوجی ساز و سامان نہیں ملے گا ہمارے فوجی افسر تو امریکہ میں تربیت حاصل کر سکیں گے۔ ماہرین خزانہ نازاں ہوں گے کہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کو امریکہ آنکھ مار دے گا کہ پاکستان پر ہاتھ ہلکا رکھیں اور ہمارے جمہوری شیر کی باچھیں یوں کھل گئیں کہ امریکہ کی بیرون ملک نجی سرمایہ کاری کارپوریشن کی طرف سے پاکستان میں کام کرنے والی امریکی کمپنیوں کے لئے سرمائے کی فراہمی پر پابندیاں اٹھالی جائیں گی۔ خوش فہمی کی فضا کو مزید برقرار رکھنے کے لئے وزیر خارجہ گوہر ایوب خان نے واضح کر دیا ہے کہ امریکی امداد کی بحالی کا کانسی کی گرفتاری سے کوئی تعلق نہیں۔ امریکہ ہمارا دیرینہ مددگار ہے۔ اسے یاد ہے کہ ہم نے اپنی قومی زندگی کے اوائل ہی میں خطے کے چودھری کی جانب سے دوستی کے لئے بڑھا ہاتھ جھٹک کر اسی کے دربار میں حاضری کو ترجیح دی تھی۔ کیا ہوا اگر ہمارے بڑے کبھی کبھار' جیسا کہ کانسی کے اغوا پر ہوا' امریکہ سے سخت ناراضگی کا اظہار کر دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ تو دراصل اپنے عوام کی نفسیاتی ضرورت کے تحت کرنا ہی پڑتا ہے ورنہ امریکہ سے ہماری کیا دشمنی ہے۔ ہمارے سیاسی اکابرین اقتدار میں ہوں یا حزب اختلاف سبھی امریکہ ہی تو رہنمائی کے لئے جاتے ہیں۔ ہمارے دینی رہنما بھی جہاں تک بن آئے وہیں کا رخ کرتے ہیں۔ شاید اسی بیرون ملک محنت کا نتیجہ ہے کہ کہنے کو برطانیہ کا ولی عہد شہزادہ چارلس تو مسلمان ہوا چاہتا ہے' ممکن ہے کلنٹن بھی اسی راہ لگے!

امریکہ سے ہمارا باقاعدہ دفاعی معاہدہ ۴۳ سال قبل ۱۹۵۴ء میں ہوا تھا اور دس سال تک امریکہ نے پاکستان کو ۷۰ کروڑ ڈالر کی فوجی امداد دی تھی۔ اس معاہدے کی بنیادی شرط یہ تھی کہ دیا ہوا فوجی ساز و سامان صرف کمیونسٹ ممالک کے خلاف استعمال کیا جا سکے گا۔ لہٰذا ۱۹۶۵ء میں جب پاک بھارت جنگ ہوئی تو امریکہ نے ہاتھ کھینچ لیا اور دوستانہ پنجوں کے نشان زدہ ایمونیشن بکس جو کچھ دیر پہلے تک پاکستان آیا کرتے تھے لاہور کے کھیم کرن محاذ پر بھارت کے علاقے میں ملے۔ اسی طرح ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران ہم امریکی ساتویں بحری بیڑے کا مشرقی پاکستان میں انتظار ہی کرتے رہے جسے حسب وعدہ ہماری مدد کو پہنچنا تھا۔ برسوں بعد ایک بار پھر امریکی نظر عنایت ہم پہ مرکوز ہوئی جب افغان مجاہدین کے توسط سے روس کے خلاف امریکہ کی جنگ میں پاکستان نے بیچ کے آدمی جیسی خدمات ادا کرنا قبول کر لیا۔

فقید المثال قربانی افغان قوم نے دی' جنگی ساز و سامان کی کلی ضروریات اور ان گنت ڈالر امریکہ نے مہیا کئے' اور وارے نیارے ہمارے بڑوں کے ہوئے۔ کیا ہوا جو اوجھڑی کیمپ کا حادثہ رونما ہوا۔ آخر کبھی پھول کی شاخ سے لگا کانٹا چبھ ہی جاتا ہے۔ بہر صورت ڈالروں کی ریل پیل میں موروثی کھیپ چمک تو گئی۔ افغانستان کی جنگ میں روس کا کباڑہ ہوا' ہر سو واہ واہ ہوئی تو ہم نے کچھ شیخی بگھارنے کی کوشش کی۔ یہ بات بین الاقوامی چودھری کو پسند نہ آئی اور اس نے ایک بار پھر ہم پر چنگی بھری۔ ہاتھ کھینچ لیا' ایف ۱۶ کی سپلائی ہی نہ روکی بلکہ ادا کردہ خطیر رقم بھی ضبط کر لی جو ہزار جتن کے باوجود تاحال واگزار نہیں ہو سکی۔ ہم نے اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے ہر طرف ہاتھ بڑھائے۔ کہیں ناکامی اور کہیں کامیابی۔ گومگو کی اس صورتحال کے باوجود دنیا یہ دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے کہ پانی کتنا ہی بڑھ جائے پاکستان کا سر پانی سے اوپر اٹھا ہوا ترو تازہ دکھائی دیتا ہے۔ قدرت کی اس راز سربستہ عنایت پر ہم اللہ رب العزت کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہو گا لیکن شعور کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی خامیوں کا سنجیدگی سے تجزیہ کرتے ہوئے بہتر مستقبل کے لئے ٹھوس منصوبہ بندی کریں جس کا ایک ناگزیر پہلو یہ ہے کہ قومی زندگی کے اہم شعبہ جات سے متعلق پر خلوص مشاورت کے نتیجے میں قومی پالیسی مرتب کریں جو حکومتوں کی اکھاڑ پچھاڑ کی زد سے محفوظ رہے۔ اس ضمن میں ہمارا المیہ ہی یہ رہا ہے کہ برسراقتدار آنے والا ہر ایک اپنے کو عقل کل قرار دیتے ہوئے نئی عمارت تعمیر کرنے کی مذموم کوشش کرتا ہے اور یوں آئے دن ہماری تمام تر صلاحیت توڑ پھوڑ میں زائل ہوتی رہتی ہے۔ اگر ہر اہم معاملے پر مضبوط قومی پالیسی مرتب کرتے ہوئے اس پر خلوص نیت سے عمل پیرا ہونے کا ہم تہیہ کر لیں تو ان شاء اللہ ایک پر اعتماد قوم کی حیثیت سے اکیسویں صدی میں داخل ہوں گے۔

★ ★ ★

اداریہ

عاکف سعید

مغالطہ کا شکار کون؟

۲۲ جولائی کے "نوائے وقت" کے ادارتی صفحہ پر کالم نگار اصغر علی گھرال نے "ڈاکٹر صاحب کس مغالطے میں ہیں" کے زیر عنوان محترم ڈاکٹر صاحب کے بعض افکار پر خامہ فرسائی کی ہے۔ صاحب مضمون نے تکمیل دستور خلافت سیمینار میں کی گئی امیر تنظیم اسلامی کی تقریر کی اخباری رپورٹنگ کو بنیاد بنا کر اپنی تنقیدی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ پاکستان میں نفاذ شریعت اور بالخصوص دستور پاکستان کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے اور تنفیذ شریعت کے طریق کار کے حوالے سے محترم ڈاکٹر صاحب مختلف قسم کے مغالطوں کا شکار ہیں۔ ہم بصد ادب یہ عرض کرنے کی جسارت کرتے ہیں کہ صاحب مضمون نے محترم ڈاکٹر صاحب کے موقف کو سمجھے بغیر محض اخباری رپورٹنگ پر' جو یقیناً بعض اعتبارات سے ناقص اور مغالطہ آمیز ہے' اعتماد کرتے ہوئے اندھیرے میں تیر چلانے کی کوشش کی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ ڈاکٹر صاحب کے موقف اور نقطہ نظر کے حوالے سے ہی نہیں تنفیذ شریعت کے طریق کار کے ضمن میں بھی وہ خود مغالطوں کا شکار ہیں تو یہ بات غلط نہ ہوگی۔ کاش کہ اصغر علی گھرال صاحب نے اس موضوع پر قلم اٹھانے سے پہلے محترم ڈاکٹر صاحب سے وضاحت چاہی ہوتی اور ان کے موقف کو پورے سیاق و سباق کے ساتھ سمجھنے کی خاطر امیر تنظیم اسلامی یا ان کے قریبی رفقاء سے رابطہ کیا ہوتا۔ گھرال صاحب جیسے پختہ کار صحافی سے یہ امر ہرگز مخفی نہیں ہو سکتا کہ اخباری رپورٹنگ کبھی بھی نقائص سے پاک نہیں ہوتی اور "بڑھا بھی دیتے ہیں کچھ زیب داستاں کے لئے" کے مصداق رپورٹر حضرات بعض باتوں کو سیاق و سباق سے کاٹ کر اپنی طرف سے نمک مرچ کا اضافہ کر کے کچھ اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ اس سے نہ صرف مغالطے جنم لیتے ہیں بلکہ کہنے والے کے بارے میں بھی غلط تاثر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اگر کہنے والے کی طرف سے تردید بھجوائی جاتی ہے تو اول تو اسے شائع ہی نہیں کیا جاتا اور اگر ازراہ کرم اسے شائع کر بھی دیا جائے تو اتنے خفی انداز میں شائع کیا جاتا ہے کہ کم ہی لوگوں تک تردیدی وضاحت پہنچ پاتی ہے۔ لہٰذا اخباری رپورٹنگ پر صد فی صد اعتبار کر لینا دانشمندی کے یکسر منافی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ محترم کالم نگار آئندہ محترم ڈاکٹر صاحب کو مشق ستم بنانے سے پہلے ہماری گزارشات کو ملحوظ رکھیں گے۔

جناب گھرال صاحب کو سب سے پہلا اعتراض اس بات پر ہے کہ ڈاکٹر صاحب' غیر مسلم ارکان پارلیمنٹ سے قانون سازی کا حق چھین لینا چاہتے ہیں۔ اس ضمن میں سب سے پہلی وضاحت تو یہ ہے کہ "حق چھین لینے" کے الفاظ محترم ڈاکٹر صاحب کے نہیں' رپورٹر کے ہیں' جو یقیناً مغالطہ آمیز ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگرچہ ڈاکٹر صاحب کا مستقل موقف اس ضمن میں یہی ہے کہ ایک مثالی اسلامی ریاست میں قانون سازی کا حق صرف مسلمانوں کو ہوتا ہے' اس لئے کہ اسلامی ریاست بنیادی طور پر نظریاتی ریاست ہوتی ہے اور اس میں قانون سازی کے عمل میں ایسے افراد کو شریک کرنا جو اس نظریئے کو ہی تسلیم نہ کرتے ہوں جو اس ریاست کی بنیاد اور اساس ہے' عقل و منطق کے ہر اصول کے خلاف ہے ـــــ تاہم مذکورہ سیمینار میں محترم ڈاکٹر صاحب نے اس ضمن میں ایک قدم نیچے اتر کر جو بات کہی تھی اسے ہم گھرال صاحب کے علم میں لانا اور قارئین تک پہنچانا ضروری خیال کرتے ہیں۔ اور ہم اس امر پر حیرت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس ضمن میں نئی اور اہم تر بات کو نوائے وقت کا رپورٹر بالکل ہی گول کر گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا تھا کہ اگرچہ اسلامی ریاست کا اصول تو وہی ہے جو اوپر بیان ہوا تاہم پاکستان میں چونکہ مسلمان غالب اکثریت میں ہیں لہٰذا یہاں اگر دستور میں یہ بات غیر مشروط طور پر طے کر دی جائے کہ "قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون سازی یہاں نہیں ہو سکتی" تو اس صورت میں غیر مسلم اگر مقننہ میں شامل بھی رہیں تو عملاً اس سے کوئی فرق واقع نہیں ہو گا بلکہ پھر مخلوط انتخابات کرانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ گویا اس سیمینار میں تو ڈاکٹر صاحب نے غیر مسلم ارکان کو پارلیمنٹ میں شریک رکھنے کا مشورہ دیا تھا نہ کہ ان سے قانون ساز ادارے میں شمولیت کا حق چھیننے کا!! ـــــ گھرال صاحب کو اس بارے میں اگر کوئی شک ہو تو اس کے تدارک کے لئے اس سیمینار کا کیسٹ انہیں مہیا کیا جا سکتا ہے۔

فاضل کالم نگار کو دوسرا بڑا' اور شدید تر اعتراض یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب پاکستان کے لئے تھیوکریسی پر مبنی نظام کے حق میں ہیں اور اپنے موقف میں وزن پیدا کرنے کے لئے وہ مولانا مودودی مرحوم کے سیاسی افکار کا سہارا لیتے ہیں جو خود بھی تھیوکریسی کے حق میں تھے وغیرہ وغیرہ!!۔ ہم یہاں پھر اپنے حیرت آمیز تاثر کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ فاضل کالم نگار اس معاملے میں بھی تہہ در تہہ مغالطوں کا ہی نہیں عدم واقفیت اور لاعلمی کا بھی شکار ہیں۔ یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب نے ہمیشہ تھیوکریسی کی مخالفت کی ہے اور اسے روح اسلام اور روح عصر کے منافی قرار دیا ہے۔ اسی طرح مولانا مودودی مرحوم بھی کبھی تھیوکریسی کے علمبردار نہیں رہے بلکہ انہوں نے اسلام کے سیاسی نظام کی تعبیر کے لئے "تھیوڈیما کریسی" کی اصطلاح وضع کی تھی جس کی محترم ڈاکٹر صاحب بھرپور انداز میں تائید کرتے ہیں۔ یعنی ایک ایسا سیاسی نظام جس کے اندر قرآن و سنت کی قائم کردہ حدود کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اعلیٰ ترین جمہوری اقدار کو بہترین انداز میں سمویا گیا ہو۔ گویا ڈاکٹر صاحب کے نزدیک عوام کے ووٹوں سے منتخب ہونے والے نمائندوں پر مشتمل پارلیمنٹ ہی قانون سازی کا حق رکھتی ہے لیکن اسلامی ریاست میں چونکہ قانون سازی قرآن و سنت کی قائم کردہ حدود کے اندر اندر ہی کی جا سکتی ہے لہٰذا ہر وہ قانون جو قرآن و سنت سے متصادم ہو کالعدم قرار دیا جائے گا۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی قانون کے بارے میں یہ فیصلہ صادر کرنے کا اختیار کہ وہ قرآن و سنت سے متصادم ہے یا نہیں' کس کو ہو گا؟ کیا پارلیمنٹ کا بنایا ہوا ہر قانون "مستند ہے ان کا فرمایا ہوا" اور "زبان پوپ کو نقارہ خدا سمجھو" کے مصداق قرآن و سنت کا قانون سمجھ کر بلا چون و چرا نافذ العمل قرار پائے گا یا علماء اس کے بارے میں فیصلہ دینے کے مجاز ہوں گے کہ وہ قرآن و سنت سے متصادم تو نہیں ہے؟ ـــــ فاضل کالم نگار کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک یہ اختیار علماء کو نہیں بلکہ عدلیہ کو دیا جائے گا۔ اس لئے کہ عدلیہ ہی وہ قابل احترام ادارہ ہے جو دستور کا محافظ شمار ہوتا ہے۔ دستور میں یہ بات طے ہو جانے کے بعد کہ "یہاں کوئی قانون سازی کتاب و سنت کے منافی نہیں کی جا سکتی" ایک عام شہری کی طرح علماء بھی اعلیٰ عدالت کا کنڈا کھٹکھٹا سکتے ہیں اور انہیں یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ عدالت میں جا کر کسی بھی قانون کے بارے میں یہ اعتراض اٹھائیں کہ فلاں قانون کتاب و سنت سے متصادم ہے۔ اب یہ اعلیٰ عدالت کا کام ہے کہ وہ دونوں طرف کے دلائل سننے کے بعد اس کے بارے میں آخری فیصلہ دے۔ اور اگر اعلیٰ عدالت کسی معین قانون کے بارے میں اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ وہ فی الواقع قرآن و سنت سے متصادم ہے تو وہ مقننہ کو نوٹس دے گی کہ اس قانون کو کالعدم قرار دے کر فلاں تاریخ کے اندر اندر اس کے متبادل قانون سازی کرے۔ اللہ کی حاکمیت کے نفاذ اور شریعت کی تنفیذ کا یہی واحد ممکن راستہ ہے جس میں اسلامی ریاست کے تقاضوں اور روح عصر دونوں کو بیک وقت سمونا ممکن ہے۔ OO

پاکستان کشمیر کو اپنی "شہ رگ" جبکہ بھارت اسے اپنا "اٹوٹ انگ" قرار دیتا ہے !

ملکی مفادات کو مقدم رکھتے ہوئے بھارت کے ساتھ مذاکرات برابری کی سطح پر ہی ہونے چاہئیں

پاک بھارت تعلقات میں بہتری کے لئے امریکہ اتنا بے تاب کیوں ہے؟

مرزا ایوب بیگ' لاہور

پاک بھارت تعلقات کی پچاس سالہ تاریخ کشیدگی اور تصادم سے عبارت ہے۔ اس کشیدگی کا طویل تاریخی پس منظر ہے۔ مغل بادشاہ' اکبر اعظم نے اپنی سیاسی مصلحتوں اور حکومتی استحکام کے لئے ہندو راجاؤں کے ہاں شادیاں کیں اور انہیں بے جا نوازا۔ ہندوؤں کی اعلیٰ حکومتی عہدوں پر تقرریاں کیں۔ جس سے امور مملکت میں ان کا عمل دخل بہت بڑھ گیا۔ انسانی جبلت کا تقاضا ہے کہ جب اسے حق سے زاید ملے تو بخوشی قبول کرتا ہے لیکن انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے یہ زائد جب اس سے واپس لیا جاتا ہے تو اسے وہ خود پر ظلم گردانتا ہے لہٰذا واویلا کرتا ہے اور ممکن ہو تو مزاحمت بھی کرتا ہے۔ چنانچہ جب اورنگ زیب عالمگیرؒ نے ہندوؤں کا زور توڑنے اور عدم توازن ختم کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے اتنی شدید مزاحمت کی کہ اورنگ زیبؒ ربع صدی تک دکن میں ان کے خلاف برسرپیکار رہے اور انہیں دارالحکومت دہلی واپس آنا نصیب نہ ہوا۔ ہندوؤں نے اس متقی' پرہیزگار اور درویش صفت بادشاہ کے خلاف پروپیگنڈہ کا طوفان اٹھا دیا۔ اس کے ظلم وستم کی جھوٹی داستانیں گھڑلیں اور اسے مذہبی جنونی ثابت کرنے کی کوششیں کیں اور مظلوم قوم کا روپ دھار لیا۔ اورنگ زیب کے جانشین نااہل ثابت ہوئے اور سمندر پار سے انگریز آکر ہندوستان پر قابض ہو گئے۔ انگریزوں کی حکمرانی سے ہندوؤں کو تو کوئی فرق نہ پڑا' ان کے تو صرف آقا تبدیل ہوئے' البتہ مسلمان تخت سے اوندھے منہ گرا اور تختہ پر کھڑا کر دیا گیا۔ ملکہ سبا نے حضرت سلیمان کا خط موصول ہونے پر درباریوں سے جو خطاب کیا تھا (جسے قرآن حکیم نے نقل کیا ہے) اس میں فاتحین کے طرز عمل کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جب وہ کسی ملک میں داخل ہوتے ہیں تو وہاں کے عزت والوں کو ذلیل کرتے ہیں۔ عین اس اصول کے مطابق انگریز نے ہندوستان کے مسلمان کو ذلیل ورسوا کیا اور ہندوؤں نے "دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے" کے مقولہ کے مطابق انگریز سے بھرپور تعاون کیا۔ 1880ء میں ہندوستان میں جمہوریت متعارف کرائی گئی۔ کیونکہ جمہوریت میں حکومت سازی کا انحصار چونکہ بندوں کی گنتی پر ہوتا ہے لہٰذا ہندوؤں نے فوراً (1880ء ہی میں) آل انڈیا نیشنل کانگریس کے نام سے ایک سیاسی جماعت کے قیام کا اعلان کردیا اور انگریزوں سے ہندوستان چھوڑ دینے کا مطالبہ کر دیا۔ کانگریس کے قیام کے وقت یہ اعلان کیا گیا کہ کانگریس تمام ہندوستانیوں کی نمائندہ جماعت ہو گی اور وہ ان کے مفادات اور سیاسی حقوق کا تحفظ بلا امتیاز رنگ ونسل ومذہب کرے گی۔ لہٰذا مسلم عوام اور خواص دونوں نے کانگریس سے بڑی امیدیں وابستہ کرلیں اور جوق در جوق اس میں شامل ہو گئے۔ خود محمد علی جناح اس موقع پر ہندو مسلم اتحاد کے پیامبر بن کر سامنے آئے اور کانگریس میں شریک ہوئے۔ لیکن جلد ہی مسلم زعماء نے محسوس کرلیا کہ کانگریس کو صرف ہندو مفاد عزیز ہے اور مذہبی تعصب اس کے لیڈروں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے لہٰذا مسلمانوں نے 1906ء میں نواب وقارالملک کی قیادت میں اپنے سیاسی حقوق کے حصول کے لئے مسلم لیگ کے نام سے سیاسی جماعت کے قیام کا اعلان کردیا جس نے بعد ازاں دو قومی نظریہ کی بنیاد پر مسلمانوں کے لئے ایک الگ مملکت کا مطالبہ کر دیا۔ مسلمانوں کے قائد محمد علی جناح کا اصرار تھا کہ مسلمان مذہبی' سماجی' سیاسی اور فکری گویا کہ ہر لحاظ سے ایک الگ قوم ہیں لہٰذا اپنے لئے ایک الگ وطن کا مطالبہ ان کا فطری مطالبہ ہے۔ جب کہ ہندو ہندوستان کی سرزمین کو ایک مقدس وحدت قرار دیتے تھے اور اس کی تقسیم کو گاؤ ماتا کے ٹکڑے کر دینے کے مترادف گردانتے تھے۔ مہاتما گاندھی آخر وقت تک کہتے رہے کہ پاکستان ان کی لاش پر بنے گا۔ یعنی مطالبہ پاکستان نے ہندو مسلم نفرت اور دشمنی کو عروج پر پہنچا دیا۔ تقسیم کے موقعہ پر خونریز ہنگاموں نے رہی سہی کسر پوری کردی۔ ہندو اکثریت پاکستان کے وجود کو تسلیم کرنے کے لئے خود کو آمادہ نہ کر سکی لہٰذا وہاں اب بھی وقفہ وقفہ سے اکھنڈ بھارت کی صدا گونجتی رہتی ہے اور پاکستان میں بھی پیدا ہونے والے ہر بچے کو ہندو کے ازلی دشمن ہونے کا درس ملتا رہا۔ اس نفرت اور دشمنی کی آبیاری مسئلہ کشمیر نے خون سے کی۔ یہی مسئلہ اب بھی دونوں ممالک کے مابین اصل وجہ تنازعہ ہے۔

مسئلہ کشمیر درحقیقت مسلم لیگ کی حماقت' ہندو کی لالچ اور انگریز کی سازش کا نتیجہ ہے۔ مسلم لیگ نے ریاستوں کے راجاؤں کو یہ حق دینے کا مطالبہ کیا کہ وہ پاکستان اور بھارت میں سے جس سے چاہیں الحاق کرنے کا فیصلہ کرلیں۔ راجہ کشمیر نے بھارت سے الحاق کا فیصلہ کیا۔ یوں مسلم لیگ خود کشمیر سے دست بردار ہو گئی۔ ادھر انگریزوں نے ہندوؤں سے سازباز کرکے تقسیم ہند کے فارمولے کی صریحاً خلاف ورزی کرتے ہوئے ضلع گرداسپور کو مسلم اکثریت ہونے کے باوجود بھارت کے حوالے کردیا تاکہ بھارت کا کشمیر سے زمینی رابطہ قائم ہو سکے۔ تقسیم ہند کا فارمولا کیونکہ ایک پیکج تھا لہٰذا پاکستان کو پھر یہ حق حاصل ہو گیا کہ وہ کشمیر کا بھارت کے ساتھ الحاق ناجائز قرار دے دے۔ معاملہ اقوام متحدہ میں پیش ہوا جہاں فریقین کشمیر کی قسمت کا فیصلہ آزادانہ استصواب رائے سے کرنے پر متفق ہو گئے' لیکن بھارت وعدہ وفا نہ کرسکا اور منحرف ہو گیا۔ مسئلہ کشمیر پر دونوں ممالک کے مابین دو مکمل خون ریز جنگیں ہو چکی ہیں' سرحدی جھڑپیں تو روزانہ کا معمول ہیں۔ اور دونوں ممالک کی غربت کی ماری عوام اپنے خون پسینہ کی کمائی دفاعی تیاریوں میں جھونکتی رہتی ہے۔ پاکستان کشمیر کو اپنے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ قرار دیتا ہے اور بھارت کشمیر کو اپنا اٹوٹ انگ قرار دیتے ہوئے اس کی علیحدگی کو اپنی سلامتی کے لئے انتہائی خطرناک سمجھتا ہے اور مستقبل میں بھارت کی ٹوٹ پھوٹ کا پیش خیمہ قرار دیتا ہے۔ دونوں ممالک کے عوام اس مسئلہ پر بہت جذباتی ہیں اور اپنی حکومتوں کو سابقہ موقف

سے رتی بھر سرکنے کی اجازت دینے کو تیار نہیں۔ یہاں تک کہ کرکٹ کا میچ ہو یا ہاکی کا' دونوں ممالک کے عوام ہار جیت کو عزت و آبرو کا مسئلہ بنا لیتے ہیں اور ایسے کئی واقعات ہو چکے ہیں کہ کوئی بھارتی یا پاکستانی باقاعدہ میچ ہارنے پر زندگی کی بازی ہار گیا۔

مذکورہ بالا تاریخی پس منظر کو نظرانداز کرتے ہوئے جو فرد یا ادارہ' حکومت یا غیر ملکی قوتیں سطحی انداز میں وقتی اور فوری مفاد کے حصول کے لئے غیر متناسب انداز میں صلح جوئی اور دوستی کے لئے چھلانگیں لگائیں گے نہ صرف یہ کہ ان کی کامیابی کا سرے سے کوئی امکان نہیں بلکہ ایسی کوششیں مزید کسی پیچیدگی کا باعث بھی بن سکتی ہیں۔

امریکہ جو پاکستان کا کاغذی حلیف ہے پاک بھارت تعلقات کے معاملے میں اس کا رول انتہائی پراسرار رہا ہے۔ 1962ء میں جب بھارت نے چین کے ساتھ جنگ کا ڈرامہ رچایا تو شدید خطرہ پیدا ہوا کہ پاکستان اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر بھارت کی پیٹھ میں خنجر نہ گھونپ دے۔ لہٰذا اپنی مشرقی سرحدوں کو محفوظ بنانے کے لئے بھارت نے امریکہ کے ذریعے پاکستان کو مسئلہ کشمیر پر مذاکرات میں الجھا دیا اور یہ بے سود مذاکرات جاری رہے حتیٰ کہ بھارت چین سے جنگ کی آڑ میں امریکہ سے بہت بڑی تعداد میں اقتصادی اور فوجی امداد سمیٹنے میں کامیاب ہو گیا اور ساتھ ہی اس نے یہ اعلان کر کے مذاکرات یکطرفہ طور پر ختم کر دیئے کہ کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے۔

ہمیں یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ آج پھر پاک بھارت تعلقات کی استواری اور بہتری کے لئے امریکہ کیوں بے تاب ہے؟ ہمیں کیوں یہ درس دیا جا رہا ہے کہ کشمیر کے تنازعے کو ایک طرف چھوڑ کر باقی معاملات کو طے کر لو۔ G.A.T کے علاوہ پاکستان سے W.T.O پر دستخط کروائے گئے ہیں جس کے تحت پاکستان کو اپنے دشمن ملک کے ساتھ تجارت کرنے کا پابند بنا دیا گیا ہے۔ پاکستان کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ ہمسایوں کے درمیان کاروبار اور تجارت نیچرل بھی ہے اور منافع بخش بھی۔ آج اٹھائیس سال گزرنے کے بعد ہمیں ماؤ اور کسنجر کے درمیان ہونے والا مکالمہ سنایا جا رہا ہے جس میں ماؤ نے کسنجر سے کہا "تائیوان پر ہمارے اختلافات اگلی کئی صدیوں تک رہ سکتے ہیں۔ آیئے دیکھیں ہم ان اختلافات کو ایک طرف رکھ کر مشترکہ طور پر کیا کر سکتے ہیں"۔ پاکستان کو یہ بھی بتایا جا رہا ہے کہ فلسطینی پچاس سالہ جنگ کے بعد اب اپنے وطن کی تعمیر نو بھی کر رہے ہیں اور یروشلم کے مسئلے پر اسرائیل سے مذاکرات بھی کئے جا رہے ہیں۔ پھر یہ کہ ایک طرف پاکستان پر ایٹمی پروگرام رول بیک کرنے اور فوج میں تخفیف کرنے کے لئے دباؤ ڈالا جا رہا ہے اور دوسری طرف بھارت کو سلامتی کونسل کا مستقل رکن بنانے کے غم میں امریکہ دبلا ہوا جا رہا ہے۔

کوئی ذی شعور پاکستانی' بھارت کے ساتھ تمام تنازعات کو باہمی مذاکرات کے ذریعے طے کر لینے کی مخالفت نہیں کر سکتا لیکن یہ مذاکرات باعزت طریقے سے منصفانہ طور پر اور برابری کی سطح پر ہونے چاہئیں۔

خلیج کی جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد اس وقت کے امریکی صدر جارج بش نے جس نیو ورلڈ آرڈر کا تصور دیا تھا' اس تصور کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اب موجودہ امریکی حکومت بڑی تیزی سے سرگرم عمل ہے اور پاک بھارت قربت بلکہ مکمل ہم آہنگی نیو ورلڈ آرڈر کے نفاذ کے حوالے سے امریکی ضرورت ہے۔ اس خطہ کی موجودہ صورت حال یہ ہے کہ عرب ممالک کے تمام حکمران امریکہ کی مٹھی میں ہیں لیکن عرب عوام میں امریکی اثر و نفوذ کے خلاف شدید رد عمل پایا جاتا ہے اور بہت سی تنظیمیں زیر زمین رہ کر حکمرانوں کے خلاف جدوجہد کر رہی ہیں۔ ایران امریکی تھانیداری کا مسلسل تمسخر اڑا رہا ہے۔ افغانستان میں طالبان کی کامیابی میں کچھ نہ کچھ امریکی امداد شامل ضرور ہے لیکن ان کی بنیاد پرستی امریکی انتظامیہ کے لئے مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں اسامہ بن لادن کی افغانستان میں موجودگی ظاہر کرتی ہے کہ طالبان امریکہ کو افغانستان کی خود مختاری میں مداخلت کرنے کی اجازت نہیں دے رہے۔ "انتہائی پسندیدہ ملک" ہونے کی وجہ سے چین کے امریکہ سے مالی مفادات وابستہ ہیں اور اگرچہ روس ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے بعد امریکی قوت کی ہیبت سے ابھی تک پوری طرح نجات حاصل نہیں کر سکا' اس کے باوجود چین اور روس ایک دوسرے کے قریب آ چکے ہیں اور احتیاط و آہستگی سے امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کی مزاحمت کے مشترکہ منصوبے بنا رہے ہیں۔ ہانگ کانگ کی چین کو واپسی بھی امریکہ کو کھٹک رہی ہے۔ جاپان سیاسی اور عسکری طور پر تو غیر موثر ہے البتہ اقتصادی جن بن کر امریکی مفادات کو ہڑپ کر رہا ہے۔ یورپ میں فرانس ڈیگال کے دور سے امریکی تھانیداری سے الرجک ہے۔ فرانس کے صدر نے ماضی قریب میں چین کا دورہ کیا ہے۔ لہٰذا اس خطہ میں پاکستان اور بھارت دو ایسے ممالک رہ جاتے ہیں جہاں قدم جما کر امریکہ نیو ورلڈ آرڈر کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ پاکستان تو بھارت کے ایک صوبہ سے بھی چھوٹا ہے۔ پھر اپنوں کی بدعنوانیوں اور بداعمالیوں سے مالی طور پر مقروض ہی نہیں مفلوج ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہمارے حکمران تو امریکی حکم کے آگے سرتابی کی جرات نہیں کر سکتے۔ ایمل کانسی کے اغوا کے واقعہ سے ہم نے اپنے اقتدار اعلیٰ سے دستبرداری پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے لہٰذا بھارت امریکی ضرورت اور اپنی اہمیت سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی پالیسی پر گامزن ہے۔ بھارت کو اس وقت کشمیر میں انتہائی مشکلات اور نامساعد حالات کا سامنا ہے۔ وہ فوجی قوت کے پر تشدد استعمال کے باوجود تحریک آزادی دبانے' امن و امان بحال کرنے اور معمول کی زندگی بحال کرنے میں ناکام ہو چکا ہے۔ بھارت اور امریکہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان فوری طور پر کشمیر سے دستبردار نہیں ہو سکتا لہٰذا پہلے ایسے اقدامات کئے جائیں جن سے بھارت کو فوجی اور اقتصادی لحاظ سے فائدہ پہنچے' مثلاً سیاچن سے فوجیں واپس بلانے کا معاہدہ کر لیا جائے اس لئے کہ وہاں بھارت پاکستان سے دس گنا زائد اخراجات کر رہا ہے اور دنیا کے اس سب سے بلند اس میدان جنگ میں اب تک وہ اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا لہٰذا وہ اس قوت کو کشمیر میں استعمال کرنا چاہتا ہے۔ دوسرا یہ کہ دونوں ممالک میں تجارت کو فروغ دیا جائے۔ بھارت کیونکہ صنعتی لحاظ سے پاکستان سے بہت آگے ہے اور وہاں لیبر بھی سستی دستیاب ہے۔ اس طرح ایک نئی اور اچھی مارکیٹ بھارتی برآمد کنندگان کو دستیاب ہو جائے گی۔ بھارتی معیشت پر اچھے اثرات مرتب ہوں گے جبکہ پاکستان کے پاس بھارت کو برآمد کرنے کے لئے کوئی قابل ذکر شے نہیں ہے۔ اس دوران را اور دوسری خفیہ ایجنسیوں کے ذریعے پاکستان کے سب سے بڑے صوبے میں مذہبی منافرت کو آڑ بنا کر اور سندھ میں لسانی تفریق کے سہارے دہشت گردی کا سلسلہ جاری رکھا جائے اور پاکستان کی تباہ شدہ معیشت پر آخری ضرب لگا کر اسے بھارتی بالادستی قبول کرنے پر مجبور کر دیا جائے۔ اور پاکستان علانیہ یا غیر اعلانیہ طور پر کشمیر سے دستبردار ہو جائے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے حکمران اس جال میں پھنس چکے ہیں۔ گو انہوں نے بھاری اور تاریخی مینڈیٹ لے کر عنان حکومت سنبھالی ہے اور آئین میں ترامیم کے ذریعے تمام اختیارات وزیراعظم میاں نواز شریف حاصل کر چکے ہیں لیکن حکومت میں اعتماد کا فقدان ہے' اگرچہ وزیراعظم خود بھی ایک بہت بڑے کاروباری خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے وزیر تجارت بھی مشہور کاروباری ہیں۔ وزیر تجارت 13/ جولائی 1997ء کو بھارت سے کھلم کھلا تجارت کو مہلک اور ضرر رساں قرار دیتے ہیں اور چار دن بعد 17/ جولائی 1997ء کو تجارتی پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے بھارت سے فراخدلانہ تجارت کی اجازت دیتے ہیں۔ اس منصوبے پر عملدر آمد میں فوج سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ لہٰذا فوج کو بدنام کرنے کا سلسلہ چند ماہ سے بڑی شدت کے ساتھ جاری ہے۔ فضائیہ کے بہت بڑے افسر پر سمگلنگ کا الزام لگا کر اسے امریکہ میں گرفتار کیا جا چکا ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک ایڈمرل پر کرپشن کے الزامات لگا کر اسے استعفیٰ دینے پر مجبور کیا گیا ہے۔ بری فوج کے حاضر سربراہ کے خلاف ٹینکوں کی

خریداری میں گڑبڑ کرنے کی افواہیں بھی پھیلائی جا رہی ہیں۔ لہٰذا ان حالات و واقعات کی روشنی میں صاف محسوس ہو رہا ہے کہ امریکہ پاک بھارت تعلقات کی بہتری اور استواری کے نام پر جو اقدام کر رہا ہے وہ دراصل پاکستان کو چاروں شانے چت گرا کر اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر بھارت کے آگے ڈالنے کا منصوبہ ہے۔ کیونکہ نیو ورلڈ آرڈر کے تحت جو اکنامک ریجن بنائے گئے ہیں ان میں سے اس ریجن کی چودھراہٹ بھارت کے حوالے کی جا رہی ہے تا کہ وہ اربوں انسانوں کا خون چوسے' اپنا حصہ خود رکھے اور بڑے چودھری کا حصہ اسے پہنچائے۔ بھارت اس منصوبے پر شاداں ہے اس لئے کہ گنگا بھی اپنی ہے اور ہاتھ بھی اپنے تو پھر دیر کاہے کو۔

ہم نہ بھارت سے تعلقات کی بہتری کے مخالف ہیں نہ اس سے تجارت کو حرام سمجھتے ہیں۔ نہ ہی کشمیر پر پاکستان کے موقف کو الہامی سمجھتے ہیں نہ آمدورفت پر غیر ضروری پابندیوں کو درست سمجھتے ہیں اور ان تمام معاملات کو طے کرنے کے لئے باہمی مذاکرات کو ناگزیر سمجھتے ہیں لیکن جیسا کہ آغاز میں عرض کیا جاچکا ہے کہ یہ مذاکرات باعزت انداز میں منصفانہ طور پر اور برابری کی سطح پر ہونے چاہئیں اور مذاکرات کا مقصد اختلافات اور دشمنی کا خاتمہ ہو' نہ کہ اقتصادی غلامی کا پھندہ ہماری گردن کی طرف پھینکنا مقصود ہو۔ لیکن مذاکرات کی ہماری یہ شرائط اس وقت تک پوری نہیں ہو سکتیں جب تک ہم مضبوط فریق بن کر سامنے نہ آئیں۔ اور اپنے اندرونی معاملات میں کسی کو مداخلت کی اجازت نہ دیں۔ ہماری پالیسیاں خصوصاً تجارتی اور اقتصادی پالیسی آزادانہ اور خالصتاً ملکی مفاد میں ہوں۔ ہم اپنے اقتدار اعلیٰ کے بارے میں انتہائی حساس ہو جائیں۔ اس آئیڈیل صورت حال کا حقیقت کا روپ دھار لینا مشکل ضرور ہے' ناممکن نہیں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پہلے ہم اپنے نظریاتی تشخص کو پختہ کریں۔ دستور پاکستان میں سے منافقانہ دفعات کھرچ ڈالیں۔ انفرادی سطح پر اللہ کے بندے بن جائیں اور اجتماعی سطح پر مملکت خداداد پاکستان میں "کافرانہ نظام" کو حرف غلط کی طرح مٹا دیں اور اسلام کے عادلانہ نظام کو اس کی حقیقی روح کے ساتھ نافذ کر دیں۔ ان شاء اللہ دشمن کے تمام منصوبے خاک میں مل جائیں گے اور ہم دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں

بھارت میں لاٹریوں پر پابندی کی تیاری

بھارتی حکومت لاٹریوں پر مکمل پابندی لگانے کی تیاری کر رہی ہے کیونکہ یہ ایک بے ضرر تفریح کی بجائے ایک سماجی برائی بن گئی ہے۔ بھارت کی ۲۵ میں سے اکثر ریاستیں پہلے ہی لاٹری کو غیر قانونی قرار دے چکی ہیں۔ اب تک بیشتر بڑی لاٹریاں سرکاری سطح پر ہوتی رہی ہیں۔ اب تک سب سے بڑا انعام پونے دو کروڑ روپیہ دیا گیا۔

(۲۴ جولائی روزنامہ جنگ)

عالم اسلام

اسمل کانسی کے بعد امریکہ کا نیا شکار —— اسامہ بن لادن؟

کیتھی ایونز

امریکہ نے اسامہ بن لادن کی تلاش تیز کر دی ہے اور اسے افغانستان میں گرفتار کرنے کے لئے کرائے کے سپاہیوں کی ایک فوج بھی تشکیل دے دی ہے۔ یہ فوج لگ بھگ ایک ہزار کی تعداد میں ہے جس میں افغانستان' پاکستان اور عرب ممالک سے تجربہ کار سپاہی شامل کئے گئے ہیں' البتہ کسی امریکی شہری کو اس میں شامل نہیں کیا گیا۔ اس منصوبے کی خبریں واشنگٹن میں سی آئی اے ہیڈ کوارٹر پر حملے میں ملوث ایک پاکستانی اسمل کانسی کی گزشتہ ماہ گرفتاری میں ایف بی آئی اور سی آئی اے کی کامیابی کے بعد منظر عام پر آئی ہیں۔ کانسی کو دھوکے سے افغان سرحد کے قریب ایک چھوٹے سے ہوٹل میں لایا گیا تھا جہاں سے امریکیوں نے اسے دبوچ لیا۔

پاکستانی تبصرہ نگاروں کے مطابق امریکہ نے کانسی کی گرفتاری میں مدد دینے کے عوض 3.2 ملین ڈالر کی رقم ادا کی ہے جب کہ اسامہ بن لادن تو اس سے کہیں بڑا شکار ہے۔ افغانستان جیسے غریب ملک میں جہاں پیسے کے لالچ میں لوگ فوراً اپنے آپ کو بیچنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں امریکی ڈالر کوئی بھی معجزہ دکھا سکتے ہیں۔ کانسی کی گرفتاری سے امریکیوں کو بھی ڈالر کی طاقت کا اندازہ ہو گیا ہے اگرچہ بعض تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ اسامہ کی گرفتاری اتنی آسان نہیں ہو گی۔ کانسی اکیلا تھا اسلئے اسے آسانی سے دبوچ لیا گیا لیکن اسامہ کے ساتھ ہر وقت 350 کی تعداد میں عرب محافظ موجود ہوتے ہیں جب کہ اس کے کئی ساتھی طالبان میں بھی شامل ہیں اور افغانستان کی جنگ لڑ رہے ہیں۔

اسامہ اس وقت افغانستان کے جنوبی شہر قندھار میں روپوش ہے جو طالبان کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ انہیں طالبان نے پاکستانی سرحد کے قریب واقع جلال آباد شہر سے مئی میں اس وقت یہاں منتقل کر دیا تھا جب اخبارات اور ٹیلی ویژن پر ان کے انٹرویوز کا بہت زیادہ چرچا ہونے لگا تھا جن میں اس نے سعودی عرب کی سرزمین کو امریکی فوجوں سے خالی کرانے کے عزم کا اظہار کیا تھا۔ بعض اطلاعات یہ بھی تھیں کہ انہیں گرفتار کرنے کی ناکام کوششوں کے بعد وہاں سے منتقل کیا گیا تھا۔

پشاور میں یہ افواہیں عام ہیں کہ کانسی کی گرفتاری کے ساتھ ہی یہاں امریکی اہلکاروں کی آمدورفت میں زبردست اضافہ ہو چکا ہے۔ پشاور میں موجود ایک افغانی کا کہنا تھا کہ مجھے کسی فوج کے تشکیل دیئے جانے کا تو علم نہیں لیکن یہ نظر آ رہا ہے کہ کچھ نہ کچھ ہو ضرور رہا ہے تاہم واشنگٹن میں مقیم سی آئی اے کے حکام اس پر کوئی تبصرہ کرنے سے قاصر تھے ان کا کہنا تھا کہ یہ قیاس آرائیاں غالباً کانسی کی گرفتاری کے نتیجے میں ہو رہی ہیں۔

اسامہ بن لادن کا تعلق سعودی عرب کے ایک امیر تاجر خاندان سے ہے اور وہ اب وہاں امریکی افواج کی موجودگی کی وجہ سے حکومت کا مخالف ہو چکا ہے۔ طالبان نے قندھار میں ان کی حفاظت کا عہد کر رکھا ہے کیونکہ کمیونسٹوں کے خلاف جنگ میں اسامہ کا نہایت اہم کردار رہا ہے اس کے بدلے میں اسامہ نے طالبان کو یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ سعودی حکومت کی مخالفت میں اب کوئی بیان نہیں دیں گے چنانچہ سعودی حکومت نے گزشتہ ماہ افغانستان میں طالبان کی حکومت کو تسلیم بھی کر لیا تھا اس کے باوجود بعض لوگوں کا خیال ہے کہ طالبان پر بدستور دباؤ ہو گا کہ وہ اسامہ کو پناہ نہ دیں تاہم سعودی حکومت کا جہاں تک تعلق ہے اسے اسامہ کو اپنے ہاں لا کر جیل میں رکھنے کی جلدی نہیں ہو گی کیونکہ اس سے الٹا اسے خطرہ لاحق ہو گا۔

(ڈان' ۲۰ جولائی' اخذ و ترجمہ : سردار اعوان)

۷۰ء کے انتخابات کے بعد جماعت اسلامی کی پالیسی کے ضمن میں

مولانا مودودی مرحوم کے طرز فکر

اور میاں طفیل محمد کے طرز عمل کا تضاد

مولانا سید وصی مظہر ندوی کے قلم سے

(نوٹ : مندرجہ بالا عنوان کی ذمہ داری ادارہ "ندائے خلافت" پر ہے)

کامیاب "یوم شوکت اسلام" منانے کے بعد جماعت اسلامی نے 1970ء کے الیکشن میں بڑی توقعات کے ساتھ حصہ لیا تھا اور ہر نشست پر اپنے امیدوار کھڑے کرنے کا فیصلہ کیا تھا' ادھر یحییٰ خان نے جماعت اسلامی کی عظیم مہم سے متاثر ہو کر الیکشن کے لئے جو Frame work order جاری کیا تھا اس میں بھی دستور کے سلسلہ میں جماعت اسلامی کے تمام مطالبات کا تحفظ موجود تھا اسی وجہ سے جماعت اسلامی مستقبل کے بارے میں بہت پرامید تھی لیکن توقعات کے برعکس جماعت اسلامی کو 1970ء کے الیکشن میں جو سخت ہزیمت اٹھانی پڑی وہ بدترین دشمنوں کی توقعات بلکہ آرزوؤں سے بھی بدتر تھی۔

اگر جماعت اسلامی کی قیادت مولانا مودودیؒ جیسے بیدار مغز مفکر کے پاس نہ ہوتی اور اگر جماعت اسلامی محض نعروں کے بل پر قائم کی گئی ہوتی تو اس خوفناک ہزیمت کے بعد اس کا زندہ بچ جانا ممکن نہ ہوتا لیکن مولانا مودودیؒ نے اولاً تو اس شکست کے نتیجے میں اپنی پالیسی پر نظر ثانی کے پروگرام کو مسلسل موخر کیا تاکہ ہزیمت کے رد عمل کے تحت کوئی جذباتی فیصلہ نہ کر ڈالا جائے۔ دوسری طرف انہوں نے جماعت اسلامی میں مختلف سطحوں پر بحث و گفتگو اور تبادلہ خیال کا سلسلہ جاری رکھا' نیز جماعت کے متوسلین کی تجاویز پر غور و فکر کا مناسب اہتمام کیا چنانچہ ان کی تجاویز کا جائزہ لینے کے لئے ایک مرکزی کمیٹی قائم کی گئی راقم الحروف بھی جس کا ایک رکن تھا۔

بالآخر فروری 1972ء میں یعنی شکست کے تقریباً 14 ماہ بعد مرکزی مجلس عاملہ میں کئی روز کے بحث و مباحثہ کے بعد مستقبل کی پالیسی کے بارے میں ایک انتہائی متوازن فیصلہ کیا گیا مگر جیسا کہ آنے والی سطور میں واضح کیا گیا ہے اس فیصلے پر عمل درآمد بڑی ہوش مند قیادت کا متقاضی تھا۔

اس فیصلے پر پہنچنے سے قبل سینکڑوں تجاویز اور آراء کے جنگل میں سے تین آراء زیادہ ابھر کر سامنے آچکی تھیں جو مختصراً درج ذیل ہیں۔

(i) جماعت اسلامی کی پالیسی' لائحہ عمل اور پروگرام میں کسی اصلاح کی ضرورت نہیں شکست کے اسباب خارجی ہیں اور اگر اس موقعے پر شکست ہوئی ہے تو کوئی بات نہیں آئندہ کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ سیاسی میدان میں اس طرح کے اتار چڑھاؤ آتے ہی رہتے ہیں۔

(ii) اس کے بالکل برعکس دوسری رائے یہ تھی کہ جماعت اسلامی کی پالیسی یکسر غلط رہی ہے' اس نے انتخابی مہم میں قبل از وقت حصہ لے کر شدید غلطی کی ہے۔ اب اسے جلد از جلد اپنی غلطی سے اعلانیہ باز آجانا چاہئے اور عملی انقلاب سے پہلے فکری انقلاب اور کارکنوں کی تنظیم و تربیت کا وہ کام جاری رکھنا چاہئے جو وہ قبل تقسیم سے کرتی چلی آئی تھی۔

(iii) تیسری رائے یہ تھی کہ پالیسی ہے تو غلط لیکن اس کا اعلانیہ اعتراف کر کے رجعت قہقری اختیار کرنے کا اثر کارکنوں اور ان سے بڑھ کر لاکھوں متاثرین پر بہت برا ہوگا۔ لوگ اپنی قیادت کی ہوشمندی کی طرف سے مایوس ہو جائیں گے اور خود اسلام کے بارے میں بھی شبہات میں مبتلا ہو جائیں گے۔ لہٰذا اس پالیسی کو چھوڑنے کا انداز ایسا اختیار کیا جس سے جماعت اسلامی کے حوصلے خطا ہوتے ہوئے محسوس نہ ہوں بلکہ انداز باوقار پسپائی کا ہو۔

طویل بحث و مباحثے کے بعد اس تیسری رائے پر معمولی ترمیم کے بعد اتفاق پیدا ہو گیا پھر اس اتفاق کی روشنی میں مجلس عاملہ نے ایک مفصل قرارداد منظور کی۔ اس قرارداد کا خلاصہ یہ ہے کہ جماعت اسلامی عوام سے رابطے کو نہ توڑے لیکن صالح قیادت کو برسرکار لانے کے نعرے کے بجائے اس رابطے کے لئے رجوع الی اللہ کی دعوت کو لے کر آگے بڑھے اور پاکستان دولخت ہونے کے اندوہناک حادثے کو اللہ تعالیٰ سے غفلت اور اس سے بغاوت کے نتیجے کی صورت میں پیش کیا جائے۔

رابطہ عوام کے لئے اس انداز کو اختیار کرنے سے مقصود یہ تھا کہ کارکنوں کو نئی راہ عمل دکھائی جائے۔ عوام اور جماعت سے متاثر ہونے والے کسی مایوسی کا شکار بھی نہ ہوں۔ اسلامی انقلاب کے لئے عوام کی تیاری کا عمل بھی جاری رہے۔ جماعت کے کارکنوں کی اصلاح و تربیت کے لئے مستحکم اساس فراہم ہو جائے اور نظم جماعت کو مضبوط بنانے کی مہلت بھی حاصل ہو جائے' چنانچہ طے پایا کہ اس قرارداد کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی جائے گی۔ پاکستان کی ہر زبان میں اس کا ترجمہ کیا جائے گا اور جماعت کے تمام خطیب اور اہل قلم اسی قرارداد کو اپنی تحریر و تقریر کی اساس بنائیں گے۔

قرارداد کی منظور کے ساتھ ہی پالیسی کے بارے میں نہایت اہم اور بنیادی فیصلے کئے گئے۔ ان فیصلوں کا بالاختصار تعارف اس وقت کے امیر جماعت محترم مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ کی ان اختتامی ہدایات میں موجود

ہے جو آں محترم نے مرکزی مجلس شوریٰ کے اختتامی اجلاس میں جاری فرمائی تھیں' اہم ہدایات درج ذیل ہیں۔

مولانا کی اختتامی ہدایات سے چند اقتباسات

"عزیز رفقاء! جماعت اسلامی جس تصور پر قائم ہوئی تھی وہ یہ تھا کہ ایک ایسی تنظیم اور تحریک ہو جو لوگوں کو اسلامی فکر دے' اسلامی فکر کے مطابق انفرادی اور اجتماعی تربیت دے کر لوگوں کو تیار کرے اور عملاً اسلامی نظام قائم کرنے کی جدوجہد کرے۔ محض فکر اور دینی اور اخلاقی تربیت دینا ہی اس کا کام نہیں تھا اور نہ محض کسی نظام کو قائم کر دینا اس کا کام تھا بلکہ یہ تینوں کام اس کے پیش نظر تھے۔ کیونکہ یہ تینوں کام ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں' چنانچہ یہ سب ہمارے چار نکاتی پروگرام کا لازمی جزو ہیں۔

جماعت اسلامی کے کام کی نوعیت

ایک طرف خدا کے فضل و کرم اور عوام کی تائید سے جماعت نے پاکستان کو لادینی ریاست بننے سے روکا اور دوسری طرف تعلیم یافتہ افراد اور خواص کے ذہن کو بھی جماعت نے اسلامی نظام پر مطمئن اور اس کی حمایت کے لئے تیار کرنے کا کام سرانجام دیا اور وہ اس بات کے قائل ہو گئے کہ اس طرح کا نظام اس زمانے میں بھی چل سکتا ہے' چنانچہ ہمیں ان دونوں چیزوں میں خدا کے فضل سے کامیابی ہوئی اور یہاں کے سوچنے سمجھنے والے اور پڑھے لکھے طبقے میں مسلسل ہمارے خیالات کا نفوذ ہوتا گیا اور بہت بڑا طبقہ ایسا تیار ہو گیا جس نے ہمارے ان افکار کو اپنا لیا۔ مثال کے طور پر آپ کو معلوم ہے کہ جب پاکستان قائم ہوا تو یہاں عدالتوں کے جج تقریباً اس بات پر متفق تھے کہ یہاں اسلامی نظام قانون نہیں چل سکتا' ان کا خیال تھا کہ یہ ایسی چیز نہیں ہے جو ایک ماڈرن ریاست میں چلنے کے قابل ہو' لیکن آخر کار رفتہ رفتہ ہمارے ملک کی عدالتوں کے ججوں کی اکثریت اس بات کی قائل ہو گئی کہ اس ملک میں اسلامی نظام قانون قائم ہونا چاہیے' وہی یہاں چل سکتا ہے اور اسے ہی یہاں چلنا چاہئے' اسی طرح وکلاء کا تقریباً تمام تر طبقہ اسلامی قانون کا مخالف تھا اور بہت ہی کم آدمی ایسے تھے جو اس بات کے قائل ہوں کہ یہاں اسلامی قانون چل سکتا ہے یا چلنا چاہئے لیکن ہم نے خدا کے فضل سے وکلاء کے طبقے کے خیالات کو بھی تبدیل کیا اور آج ان کی عظیم اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ یہاں اسلامی نظام قانون ہونا چاہئے اسی طرح سے ہمارے ملک کے قانون دان طبقے میں انکار سنت کی گمراہی شروع ہوئی' سنت کا انکار تقریباً قانون داں طبقے میں عام تھا مگر اللہ کے فضل سے ہمیں اس معاملے میں بھی کامیابی ہوئی ہم نے ان کے خیالات کو تبدیل کیا اور اب خدا کے فضل سے قانون داں طبقہ سنت کی اہمیت نہ صرف یہ کہ مانتا ہے بلکہ اس بات کو بھی تسلیم کرتا ہے کہ سنت اسلامی قانون کی ایسی دوسری بنیاد ہے جس کو کسی صورت میں بھی چھوڑا نہیں جا سکتا۔ ایسا ہی معاملہ اسلامی نظام معیشت کا ہے۔ جسے ہم نے کھول کھول کر بیان کیا اور اب رفتہ رفتہ جو لوگ بھی اسلام کو چاہنے والے ہیں اور اس کو رائج کرنا چاہتے ہیں وہ اسلامی معیشت کے اصولوں کے قائل ہیں جن کو ہم نے بیان کیا تھا اور صرف وہ لوگ اشتراکیت وغیرہ کی طرف جاتے ہیں جو اسلام چاہنے والے نہیں ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہم نے جو تحریک چلائی تھی وہ محض سیاسی تحریک کبھی نہیں رہی بلکہ سیاسی تحریک کی پشت پر برابر اسلامی فکر کا کام کرتی رہی اور ہم اسلامی فکر کو برابر پھیلاتے رہے۔

ایسا ہی معاملہ نئی نسل کا ہے جس کو لادینی' غیر اخلاقی اور مخلوط نظام تعلیم کی وجہ سے لادینیت اور فسق و فجور کی راہ پر دھکیل دیا گیا تھا' مگر اللہ کا فضل ہے کہ جو کام ہم نے

> "سیاسی اور ہنگامی نوعیت کے کاموں میں مصروفیت کی وجہ سے جماعت اسلامی کی تنظیم اندر سے کمزور پڑ گئی"

کیا تھا اس کی وجہ سے نوجوان نسل پوری کی پوری بے دین ہونے سے بچ گئی اور اس کے اندر ایک بہت بڑی تعداد ایسی پیدا ہو گئی کہ لادینی درس گاہوں میں تعلیم پانے کے باوجود اس کے خیالات اور جذبات اسلامی ہیں۔ ان میں سے جو لوگ بھی مختلف محکموں میں گئے ہیں وہاں انہوں نے اسلامی خیالات پھیلائے ہیں' پچھلے انتخاب میں ہمیں معلوم ہوا کہ ایسے ایسے لوگ جن کے بارے میں ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ یہ بھی اسلامی نظام کے خواہاں ہو سکتے ہیں اور جن کے گھروں میں مغربی معاشرت گھس چکی تھی نہ صرف انہوں نے بلکہ ان کے گھر کی خواتین نے بھی جا جا کر نہ صرف ہمیں خود ووٹ دیئے بلکہ اور لوگوں کو بھی آمادہ کیا کہ وہ جماعت اسلامی کے حق میں اپنے ووٹ استعمال کریں۔ ہمیں جو تائید حاصل ہو سکتی تھی وہ صرف عوام سے حاصل ہو سکتی تھی' عوام کے بارے میں' میں نے ایک مرتبہ جو یہ کہا تھا کہ ہمارا یہ اندازہ کہ عوام اسلامی ریاست کے خواہش مند ہیں اس میں جو بات میرے پیش نظر تھی وہ یہ کہ ہمارے عوام بحیثیت مجموعی مذہب پسند ہیں' لیکن گزشتہ 20 برس میں ان کا ایک حصہ رفتہ رفتہ اپنی مفلسی' اپنی مشکلات' اپنی تکالیف کی وجہ سے معاشی مفاد کا اس حد تک گرویدہ ہو گیا ہے کہ اس کے لئے روٹی' کپڑے اور مکان کے مقابلے میں خدا اور رسول ﷺ کے نام میں کشش باقی نہیں رہی۔

جہاں تک مذہب پسند طبقے کے لوگوں کا تعلق ہے یہ جب کبھی دینی لحاظ سے سوچتے ہیں تو درحقیقت مذہبی لحاظ سے سوچتے ہیں' دینی نقطہ نظر سے نہیں سوچتے۔ جب جامد مذہبی تصور کے نقطہ نظر سے دیکھیں گے تو لامحالہ وہ معروف مولویوں کی طرف ہی دیکھیں گے۔ آپ کی طرف نہیں دیکھ سکتے' کیونکہ جو دین آپ پیش کرتے ہیں وہ تو ان کے دماغ میں ہی نہیں اترتا۔ وہ لکھے پڑھے آدمی کے دماغ میں تو اتر سکتا ہے کسی ان پڑھ اور جاہل کے دماغ میں نہیں اتر سکتا۔ جب کبھی مذہبیت ان کے اندر آئے گی تو یا وہ ایک قسم کے مولویوں کی طرف دیکھیں گے یا دوسری قسم کے مولویوں کی طرف دیکھیں گے۔ آپ تو مولویوں میں شمار ہی نہیں ہوتے۔ جہاں تک دوسری قسم کے عوام کا تعلق ہے' ان کو اس حد تک بگاڑ دیا گیا ہے کہ آپ جب تک کھڑے ہو کر ان کو وہ معاشی لالچ نہیں دیں گے جو پیپلز پارٹی نے ان کو دیا ہے یا جو کمیونسٹ ان کو دیتا ہے اس وقت تک آپ چاہیں کتنا ہی معاشی' منصفانہ نظام ان کے سامنے پیش کریں اور کتنا ہی اس پر زور دیں وہ آپ کی طرف آسانی سے نہیں آئیں گے' اس لئے آپ کو اپنے دماغ سے اس خیال کو نکال دینا چاہئے کہ معاشی پروگرام پر زور دے کر آپ عوام کو اس طرح سے کھینچ کر لے جائیں گے جس طرح پیپلز پارٹی کھینچ کر لے گئی ہے۔ یہ کام آپ کو بہرحال ترتیب سے کرنا پڑے گا اور اس میں دیر لگے گی۔

آپ کا اپنی دینی حیثیت کو قائم کرنا درحقیقت اس پر منحصر ہے کہ آپ عوام میں اصل اور صحیح تصور دین کا کتنا فہم پیدا کر سکتے ہیں۔ جتنے کچھ عوام دین کے اس تصور کو سمجھ گئے ہیں جو آپ نے پیش کیا ہے وہ سب آپ کے ساتھ ہیں اگر آپ مسلسل کام کریں گے اور دین کے اس جامع اور وسیع تصور کو عوام کے سامنے جس نسبت سے لائیں گے اسی نسبت سے وہ رفتہ رفتہ آپ کے ساتھ شامل ہوتے جائیں گے' اس وقت لوگوں کی عظیم اکثریت مولویت اور دین کو ایک ہی چیز سمجھتی ہے' اس لئے وہ آپ کی مذہبی قیادت کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔

اب عوام کے سامنے جانے کی ضرورت ہے۔ اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ اس وقت پاکستان پر جو تباہی آچکی ہے آپ اس کے اسباب لوگوں کو سمجھائیں اور لوگوں کو یہ بتائیں کہ پاکستان نے یہ شکست کیوں کھائی!.... ان کو یہ ذہن نشین کرائیں کہ یہاں وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بغاوت کی سزا ہے جو اس قوم کو ملی ہے اگر یہ اس بغاوت سے باز نہیں آئے گی تو اس سے آگے مزید سزا موجود ہے' جو بچا ہوا پاکستان ہے اس کے بھی ٹکڑے اڑیں

گے.... اس جرم سے توبہ کرو جس میں تم مبتلا ہو گئے ہو' یہ چیز ہے جسے لے کر ہمیں لوگوں کے پاس جانا ہے۔

سیاست کے میدان میں آپ اس حد تک رہیں کہ ہر سیاسی مسئلے پر آپ میدان میں موجود ہوں اور آپ کی طرف سے ہر سیاسی مسئلے پر اظہار رائے ہوتی رہے لیکن تحریک اب آپ کو چلانی ہے اور اس تحریک کے چلانے کی بہترین شکل یہی ہے کہ آپ عوام میں جائیں اور جا کر وسیع پیمانے پر لوگوں کو سمجھائیں کہ یہ تباہی کیونکر آئی؟ آپ کے اخلاق کا کیا حال ہو گیا؟ آپ کے ہاں دین سے بعد اور دین سے بغاوت کی کیا شکلیں رونما ہو رہی ہیں۔ نیچے سے اوپر تک کس طرح سے آپ لوگ خدا اور رسول ﷺ سے بغاوت کرتے رہے ہیں؟ اس کا نتیجہ ہے کہ جواب اس شکل میں سامنے آ رہا ہے' اس کو آپ ذہن نشین کروائیے' آپ جتنا زیادہ اس کو پھیلائیں گے اور جس جس کی سمجھ میں یہ بات آتی جائے گی وہ آپ کے ساتھ آتا جائے گا۔

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارا جو کچھ بھی کام ہے اس کا انحصار اس پر ہے کہ ہماری اپنی تنظیم مضبوط ہو۔ کیونکہ وہ مشینری جس سے ہم کو کام لینا ہے وہی اگر کمزور پڑ گئی ہو' ڈھیلی ہو گئی ہو' اس کے کچھ پیچ نکل گئے ہوں یا کچھ پیچ ڈھیلے پڑ گئے ہوں تو ہم کام کس چیز سے لیں گے۔ پچھلے کئی سالوں سے جو مہمات ہم چلاتے رہے اور جس قسم کے ہنگامی کام ہم کو کرنے پڑے ان سے یہ بات صاف طور پر محسوس ہوتی ہے کہ جماعت اسلامی کی تنظیم اندر سے کمزور پڑ گئی ہے اس لئے دوسرے تمام کاموں سے پہلے آپ کو اپنی تنظیم مضبوط کر لینی چاہئے۔

اب تک جو مشکلات آپ کو پیش آ چکی ہیں اس سے کہیں زیادہ مشکلات آگے چل کر آپ کو پیش آ سکتی ہیں۔ اس لئے اب آپ کو یہ کوشش کرنی ہے کہ جماعت کی تنظیم زیادہ سے زیادہ مضبوط ہو اور جو ڈھیل پیدا ہو گئی ہے وہ رفع ہو۔ اس غرض کے لئے اگر آپ کو کچھ لوگوں کو نکال دینا پڑے تو کوئی پروا نہ کریں۔ سختی کے ساتھ نظم کی پابندی کرائیں جو نظم کی پابندی نہ کرے اس کو نکال باہر کریں۔ تقسیم سے قبل ہم نے ساڑھے سات سو ارکان میں سے تقریباً نصف کو نکال باہر کیا تھا کیونکہ ہم نے دیکھا کہ وہ نظم کے ساتھ نہیں چل سکتے تھے۔ اب بھی آپ نظم کی پابندی پر پورا زور دیں۔ جو احکام دیئے جائیں اور جو ضوابط مقرر کئے جائیں ان کی پابندی کروائیے۔ اجتماعات کے اندر لوگوں کو باقاعدگی سے آنا چاہئے۔ قواعد تنظیم کے مطابق اگر کوئی رکن اجتماعات میں مسلسل حاضر نہیں ہوتا تو ہر ایسے شخص کو بلا تامل خارج کر دیں الا یہ کہ وہ توبہ کرے اور آئندہ نظم کی پابندی کا وعدہ کرے۔ اسی طرح سے رپورٹوں وغیرہ کے معاملے میں بھی ضابطہ بنا ہوا ہے اس کی پوری پابندی کیجئے اور کروائیے۔ اس معاملہ میں کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہ کی جائے۔

دوسری اہم چیز یہ ہے کہ ارکان جماعت کی انفرادی زندگی کو زیادہ سے زیادہ درست کیا جائے۔ اس میں مقدم کام یہ ہے کہ ارکان جماعت میں دین کا فہم صحیح طور پر پیدا کیا جائے۔ قریب کے زمانے میں جو لوگ جماعت میں شامل ہوئے ہیں وہ بہت کم جماعت کے لٹریچر کا مطالعہ کئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض نے بنیادی چیزیں بھی نہیں پڑھیں۔ جہاں تک میرا خیال ہے جماعت کی رودادوں کا پڑھنا تو تقریباً بند کر دیا گیا ہے' حالانکہ جماعت کی رودادوں میں جو ہدایات اور باتیں کہی گئی تھیں وہ ارکان جماعت کی تربیت کے لئے نہایت ضروری ہیں اور ان کے بغیر آدمی جماعت کو سمجھ نہیں سکتا لیکن ان کی طرف اب شاید توجہ بالکل نہیں رہی۔ آپ کی تربیت گاہوں میں پچھلی رودادوں میں سے انتخاب کر کر کے چیزیں لوگوں کو سنائی جانی چاہئیں تاکہ لوگ ان کو سمجھیں اور ان کی پابندی کریں۔ اپنے ارکان سے لٹریچر کا مطالعہ کروائیے تاکہ ان کا ذہن یکسو ہو' اگر ذہنی یکسوئی نہیں ہوتی' جماعت کے کام اور اس کے نصب العین اور پروگرام کی سوجھ بوجھ پیدا نہیں ہوتی تو وہ جماعت کے مضبوط کارکن کیسے بن سکتے ہیں۔ آپ نہ صرف تربیت گاہوں کے ذریعے سے ارکان جماعت کے ذہنوں کو یکسو اور تیار کریں بلکہ اس بات کا اہتمام اور انتظام کیجئے کہ انفرادی طور پر لوگ مطالعہ کریں۔ اس کے ساتھ نماز کی پابندی اور جماعت کی پابندی کے بارے میں سختی برتنی چاہئے اور کوئی تساہل نہ ہونے دینا چاہئے۔ یہ بڑے غضب کی بات ہو گی کہ ایک رکن جماعت' لیکن وہ قرآن نہ پڑھ سکتا ہو یا نہ پڑھ رہا ہو۔ آپ کو جائزہ لینا چاہئے کہ جہاں بھی ایسے ارکان جماعت ہیں ان کو قرآن پڑھانے کا انتظام اور اہتمام کیجئے۔ ناظرہ قرآن تو ہر رکن جماعت کو لازماً پڑھنا چاہئے۔ پھر ارکان جماعت کی انفرادی زندگیوں کو ذہنی حیثیت سے بھی اور عملی حیثیت سے بھی ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں بڑے مسائل سے سابقہ درپیش ہونے والا ہے اور اس وقت نہ کمزور ارکان کام دیں گے اور نہ ڈھیلا ڈھالا نظام جماعت' ان امور کی طرف آپ کو خاص طور پر توجہ دینا چاہئے"۔

> "جماعت اسلامی کو عملی انقلاب سے پہلے فکری انقلاب اور کارکنوں کی تنظیم و تربیت کا وہ کام جاری رکھنا چاہئے تھا جو وہ قبل از تقسیم سے کرتی چلی آئی تھی"

جماعت اسلامی کی تاریخ میں یہ ایک اہم موڑ (Turning point) تھا مگر بدقسمتی سے عاملہ کی اس قرارداد پر مجلس شوریٰ میں کوئی گفتگو یا بحث نہ ہو سکی کیونکہ عاملہ کا مذکورہ اجلاس شوریٰ کے ایجنڈے پر گفتگو اور اس کے مباحث کے لئے تیاری کا اجلاس تھا اور شوریٰ میں عاملہ کی اس متفقہ قرارداد کو چونکہ مولانا مودودیؒ نے خود منظوری کے لئے پیش کیا اس لئے شوریٰ نے اس کو کسی بحث و مباحثے کے بغیر منظور کر لیا مگر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شوریٰ جو اس پالیسی کو لے کر چلنے کی ذمہ دار تھی اس کی اکثریت اس قرارداد کی اہمیت اور مضمرات سے باخبر نہ ہو سکی انہوں نے اس قرارداد کو صورت حال پر محض ایک معمول کا تبصرہ سمجھا۔ حد تو یہ ہے کہ خود قائم مقام امیر جماعت میاں طفیل محمد صاحب جو مجلس عاملہ کی بحثوں میں بعض مصروفیات کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے تھے' انہوں نے بھی پالیسی میں کسی تبدیلی کا ادراک نہ کیا۔ چنانچہ شوریٰ کے دوسرے دن کے اجلاس میں وہ 1973ء کے زیر ترتیب دستور میں اسلامی نکات کو شامل کرنے کے لئے ایک مہم چلانے کی تجویز لے کر سامنے آئے۔ مولانا مودودیؒ نے اپنا سر پکڑ لیا اور کہا کہ "ابھی تو ہم نے یہی طے کیا ہے اب ہم کو مہمات چلانے سے اجتناب کرنا ہے۔ دستور میں اسلامی دفعات کی شمولیت کے لئے سردست دستور مرتب کرنے والی کمیٹی جس میں جماعت اسلامی کے اراکین بھی موجود ہیں کو ذریعہ بنایا جائے اور ضروری تجاویز دستور مسودہ میں شامل کرانے کی کوشش کی جائے اس کے لئے کسی عوامی مہم چلانے کی ضرورت نہیں۔

دوسری طرف جماعت اسلامی کی مرکزی بیوروکریسی جس کو سیاسی معاملات میں شرکت کا چسکا لگ چکا ہے اور سیاسی مہمات میں جماعت کی شمولیت سے جن کی اہمیت اور ضرورت اندر اور باہر محسوس کی جاتی ہے انہوں نے پالیسی میں اس تبدیلی کو ناکام کرنے کے لئے کئی اقدامات کئے مثلاً:

(1) ہدایت کی کہ تنظیمی حلقے قرارداد کو خود نہ چھاپیں۔ مرکز اس کو اعلیٰ پیمانے پر چھاپ کر خود حلقوں کو ارسال کرے گا۔ یہ ہدایت بظاہر اسی قرارداد کی اہمیت بڑھانے کے لئے دی گئی تھی لیکن یہ اس کو بے اثر بنانے کا ایک تاخیری حربہ ثابت ہوئی۔ چنانچہ مرکز سے یہ قرارداد کئی ماہ تک شائع نہ ہو سکی اور اس طرح اسے سردخانے کی نذر کر دیا گیا۔ اسی دوران میاں طفیل محمد صاحب ملک کے دورے کرتے رہے اور بھٹو کے خلاف اشتعال انگیز تقریروں کا سلسلہ جاری رکھا۔ حتیٰ کہ شوریٰ کے کسی

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

آرمی ایکشن کے ذریعے قائم ہونے والا "امن و امان" عارضی اور ناپائیدار ثابت ہوا

کراچی کا مسئلہ صرف سیاسی بنیادوں پر ہی حل ہو سکتا ہے

گیاہ ضعیف

جب کوئی مریض شدید بخار میں مبتلا ہو تو معالج مرض کے اسباب کی تلاش میں وقت صرف کرنے کے بجائے اس کی جان بچانے کے لئے فوری طور پر بخار اتارنے کی فکر کرتا ہے۔ شاید یہی حکمت عملی پیپلز پارٹی نے کراچی میں دہشت گردی کے خاتمے کے لئے اختیار کی تھی یعنی بجائے اس کے کہ دہشت گردی کی وجوہات معلوم کی جائیں پہلے اس کی شدت کو ختم کیا جائے۔ جنرل بابر کی اس حکمت عملی نے وقتی طور پر دہشت گردی کو ختم کر دیا تھا لیکن مجھے یاد پڑتا ہے کہ انہوں نے کئی مواقع پر یہ کہا تھا کہ حکومت کو چاہئے کہ دہشت گردی کے خاتمہ کے لئے سیاسی سطح پر اقدامات کرے۔ لیکن ہمارے حکمرانوں نے کبھی نہیں چاہا کہ مسائل حل ہوں اور ان کے حل کے لئے سیاسی اقدامات کئے جائیں۔ اسی طرز عمل کے نتیجے میں ہمیں اپنے وطن عزیز کے عظیم ترحصے کی علیحدگی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا تھا۔ جب مرحوم مشرقی پاکستان میں فوجی آپریشن کا آغاز کیا گیا تو اس موقع پر ذوالفقار علی بھٹو نے کہا تھا کہ اللہ کا شکر ہے کہ ملک کو بچا لیا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آرمی ایکشن کے نتیجے میں قائم ہونے والے امن و امان کے ماحول میں اگر سیاسی اقدامات کئے جاتے تو شاید پاکستان شکست و ریخت سے بچا لیا جاتا۔ پیپلز پارٹی آج بھی یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ اس نے اپنے دور حکومت میں کراچی میں امن و امان قائم کر دکھایا تھا اور حالات پر غور کئے بغیر اس بات کو سنا جائے تو دل یہی چاہتا ہے کہ اس دعویٰ کو تسلیم کر لیا جائے لیکن کراچی کہ ایک بار پھر خاک و خون میں غلطاں دیکھ کر ایک عام آدمی بھی یہ کہے بنا نہیں رہ سکتا کہ یہ دعویٰ درست نہیں۔ اصل بات یہی ہے کہ کراچی کا مسئلہ صرف سیاسی بنیادوں پر ہی حل ہو سکتا ہے ورنہ فوجی آپریشن اور ماورائے عدالت قتل جیسے اقدامات نے گو وقتی طور پر مسئلہ کو دبا دیا تھا لیکن ان اقدامات کے نتیجے میں حالات کی سنگینی میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔

کراچی کا مسئلہ ایک سنگین قومی مسئلہ ہے کیونکہ کوئی ذی عقل شخص یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ شہر کراچی پاکستان کی معاشی شہ رگ ہے اور کراچی کی بدامنی پورے ملک کی معیشت پر اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ تاہم بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ کسی حکومت نے اسے قومی مسئلہ کا درجہ نہیں دیا۔ سطور ذیل میں ہمیں صوبہ سندھ کی سیاست کے حوالے سے گفتگو کرنا ہے۔ گزشتہ انتخابات کے نتیجہ میں صوبہ سندھ میں سب سے زیادہ سیٹیں پیپلز پارٹی کو ملی تھیں اور یہ اس کا حق تھا کہ وہ صوبے میں حکومت بنائے اور اس سلسلے میں درپیش رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے دیگر جماعتوں کو اس سے تعاون کرنا چاہئے تھا اور یہی جمہوریت کے فروغ کا طریقہ ہے۔ ہمارے پڑوس میں بھارت کا شمار دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کی حیثیت سے کیا جاتا ہے۔ وہاں اگر مرکز میں کانگریس کی حکومت قائم ہو تو بنگال اور آسام میں اپوزیشن جماعتوں کی حکومتیں قائم ہوتی رہتی ہیں لیکن ہمارے ہاں مرکز کی ہر حکومت کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ دیگر صوبوں میں بھی اسی کی حکومت قائم ہو جس کے نتیجے میں جوڑ توڑ کی نوبت آتی ہے۔ "سیاسی ایڈز" کی بیماری یعنی ہارس ٹریڈنگ اسی کا شاخسانہ ہے' جس نے سیاست کو خدمت خلق کی بجائے تجارت بنا کر رکھ دیا ہے۔ اس مرتبہ سندھ میں بھی یہی ہوا اگرچہ سیاسی جوڑ توڑ کے نتیجے میں مسلم لیگ اور ایم کیو ایم کی مخلوط حکومت قائم ہو گئی' تاہم اس غیر فطری حکومت کے اول دن سے ہی غیر اصولی فیصلوں کے نتیجے میں یہ اتحاد مسلسل knocking کر رہا ہے۔ ایم کیو ایم کے پاس مسلم لیگ سے تقریباً دوگنی نشستیں تھیں' لہٰذا اصولی طور پر وزارت اعلیٰ ایم کیو ایم کا حق تھا لیکن صوبہ سندھ میں کوئی مہاجر وزیر اعلیٰ بن جائے یہ کس کو برداشت ہو سکتا ہے؟ صورتحال کے اس نہج پر پہنچنے میں اگر ان سیاستدانوں اور سیاسی جماعتوں کے رویوں کا دخل ہے جو اپنے آپ کو قومی جماعتیں کہلاتی ہیں تو اس میں مہاجر قیادت کا اپنا ہاتھ بھی ہے۔ ایم کیو ایم کو وزارت اعلیٰ سے محروم کیا گیا تو اس کے احساس محرومی کو دور کرنے کے لئے گورنر شپ کے وعدے کا "لالی پاپ" دیا گیا۔ لیکن جب وزارت اعلیٰ مسلم لیگ کو مل گئی تو گورنر شپ کے وعدے سے بھی انحراف کیا گیا۔ اس کے نتیجے میں مخلوط حکومت کے پارٹنرز میں باہمی اعتماد کا فقدان پیدا ہوا جو اب تک موجود ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اگر ایک طرف ایم کیو ایم کی جانب سے معاہدے پر مناسب عمل درآمد نہ ہونے کا شکوہ گاہے بگاہے سامنے آتا رہتا ہے تو دوسری جانب ایک اور فوجی آپریشن کی باتیں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ سردست کراچی میں امن و امان کے قیام کے مسئلے کو ایک بار پھر وفاقی وزارت داخلہ کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ پیپلز پارٹی کے وزیر داخلہ کا تعلق چونکہ فوج سے رہا تھا لہٰذا انہوں نے اپنا فوجی ڈنڈا گھما کر وقتی طور پر کراچی میں امن و امان قائم کر دیا تھا۔ آج کے وزیر داخلہ چونکہ ایک سیاسی آدمی ہیں لہٰذا ان کا کہنا ہے کہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔ تاہم انہوں نے ایم کیو ایم کی اس شکایت کو مسترد کرنا اپنا اولین فرض جانا ہے کہ کراچی کی بدامنی میں رینجرز ملوث ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ وزیر داخلہ دہشت گردی ختم کرنے کے لئے خود تو تلوار اور توپ لے کر میدان میں نہیں اتر سکتے۔ انہیں لامحالہ حکومتی ایجنسیوں پر ہی انحصار کرنا پڑے گا۔ لیکن ان ایجنسیوں پر جب ان کے اپنے اتحادی عدم اعتماد کا کھلم کھلا اظہار کر رہے ہوں تو کسی خیر کی کیا توقع کی جا سکتی ہے! اور یہ حقیقت ہے کہ ماضی میں ملک کی سیاست میں ان ایجنسیوں کے کردار کو ملک کا کوئی بھی سیاستدان نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اس کے ثبوت کے طور پر سابق وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کی مجوزہ قومی حکومت کے اجزائے ترکیبی کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ بے نظیر بھٹو ہوں یا نواز شریف یا مستقبل کا کوئی بھی حکمران ہو' ایجنسیوں کی اعانت کے بغیر اقتدار کی مسند پر رونق افروز نہیں ہو سکتا۔ اس کی واضح مثال حکومت سندھ میں ایم کیو ایم کی وزارت علیا اور گورنر شپ سے محرومی بھی ہے۔ آج اگر محترمہ بے نظیر' افواج اور ایجنسیوں اور بیوروکریسی کو قومی حکومت میں شامل کرنے کے لئے تیار ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک جانب انہیں پاکستان کے اقتدار سے مستقل محرومی کا اندیشہ ہے تو دوسری جانب اپنے شوہر نامدار کے تختہ دار تک پہنچنے کا خدشہ بھی ہے۔ لہٰذا انہوں نے برسرعام پاکستان کی سیاست میں فوج' ایجنسیز اور بیوروکریسی کے عمل دخل کا اعتراف کیا ہے۔ جب مسائل کو سیاستدان حل کرنے میں ناکام ہو جائیں اور انہیں اتنے سارے اداروں کی محتاجی ہو تو اس کے نتیجے میں نہ تو کراچی میں ایم کیو ایم کو اپنے مینڈیٹ سے کچھ حاصل ہو سکتا ہے' نہ کراچی کے لہولہان جسم سے رینجرز اور حقیقی سمیت مختلف لسانی قومیت کے علمبرداروں کے گدھوں کو جدا کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کراچی میں مستقل امن کے قیام کی کوئی صورت برآمد ہو سکتی ہے۔

کراچی کی مستقل بدامنی کے مختلف نتائج کا کئی زبانوں پر چرچا رہتا ہے۔ اگر امن قائم نہ ہوا تو ان میں سے کوئی ایک صورت ایک نہ ایک دن ظاہر ہو کر رہنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس روز بد سے بچائے۔ ہمارے سیاستدانوں اور دیگر ان قوتوں کو بھی جو حکومتوں کے بننے اور بگڑنے میں کسی قسم کے کردار رکھتی ہوں' انہیں ہر ایک کے مینڈیٹ کا احترام کرنا چاہئے۔ OO

ہالیڈے ان ہوٹل اسلام آباد میں منعقدہ تقریب کے مقررین : ڈاکٹر اسرار احمد، باسط بلال کوشل، شمس الحق اعوان اور قاری بزرگ شاہ الازہری

تجدید فکر اسلامی

اسلام آباد میں "بلالی اذان"

انجمن خدام القرآن راولپنڈی، اسلام آباد کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی مختلف تقاریب میں تنظیم اسلامی نیوجرسی کے نوجوان رفیق باسط بلال کوشل کے فکر انگیز خطابات کا خلاصہ

جناب باسط بلال، ڈائریکٹر انسٹیٹیوٹ آف قرآنک وزڈم نیویارک ان دنوں امیر تنظیم اسلامی وداعی تحریک خلافت ڈاکٹر اسرار احمد کی خصوصی دعوت پر پاکستان تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اسلام آباد میں قیام کے دوران انہوں نے انجمن خدام القرآن راولپنڈی اسلام آباد کے زیر اہتمام 26/ جون تا 3/ جولائی کے دوران اسلام آباد کے مختلف اداروں میں پانچ لیکچرز دیئے جن کے مختصر احوال درج ذیل ہیں۔

پاکستان فیوچرسٹک انسٹیٹیوٹ فاؤنڈیشن

کے زیر اہتمام پروگرام میں معزز مقرر نے

Islam on the Threshold of 21st Century

پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ترقی کے باوجود دنیا میں بے پناہ امارت اور غربت ساتھ ساتھ دکھائی دیتے ہیں۔ ابھی بھی نسل کشی دنیا میں رائج ہے۔ ایک طرف تو انسان مشینوں کو زندگی عطا کرنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن دوسری طرف انسانیت سسکیاں لے رہی ہے۔ مغربی معاشرے میں اخلاقی اقدار کھوکھلی ہو چکی ہیں۔ یہ وہ نکتہ ہے جہاں اسلام اور مغرب میں اشتراک عمل ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے مغرب کو اسلام کے بارے میں اپنا معاندانہ رویہ تبدیل کرنا پڑے گا۔ مسلمانوں کو اپنے آپ میں خود اعتمادی پیدا کرنا پڑے گی۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کو ان کی منزل نہ تو دہشت گردی کی کارروائیوں سے ملے گی اور نہ ہی مغرب سے شکوہ شکایت کرنے سے۔ اگر مغرب نے مسلمانوں کے بارے میں اپنا رویہ تبدیل نہ کیا اور اسلام سے فائدہ اٹھانے کی طرف پیش قدمی نہ کی تو پھر تباہی ان کا مقدر بن جائے گی۔

ہولی قرآن ریسرچ فاؤنڈیشن

کے زیر اہتمام پروگرام میں باسط بلال کوشل نے

Epistemology Beyond the End of Physics

پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ سائنس خصوصاً فزکس میں کائنات کی حقیقتوں کو جاننے کے لئے وسعت نہیں ہے کیونکہ حواس خمسہ اور Logical Reasoning سے علم تو حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن ان کے پیچھے پنہاں روحانی حقائق کو جاننے کے لئے حکمت درکار ہے جو یہاں موجود نہیں ہے۔ اسلام وہ واحد راستہ ہے جس سے حقائق کائنات کے معمہ کو حل کیا جا سکتا ہے۔

ہالیڈے ان ہوٹل اسلام آباد میں

انجمن خدام القرآن کے زیر اہتمام منعقدہ تقریب میں

The Modern Predicament of Religion and Post-Modern Destiny of Islam

کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے باسط بلال نے بتایا کہ مذہب کیوں ضروری ہے؟ اس کے احوال موجودہ دنیا میں کیا ہیں اور اس وقت دنیائے اسلام کی کیا حیثیت ہے؟ ان کے مطابق کامل حقیقت تک پہنچنے کے لئے حواس خمسہ اور Logical Reasoning کافی نہیں ہے بلکہ Inspiration جو مذہب کی تعلیمات کا منبع ہے، بھی ضروری ہے۔ آج کل کی دنیا میں مذہب پر چلنے والے کو سادہ لوح اور بے وقوف جانا جاتا ہے۔ کیونکہ سوائے اسلام کے دنیا کے بیشتر مذہب جدید سائنسی تحقیق کے مطابق انسانی تخلیق سمجھے جاتے ہیں۔ اور بیشتر مذاہب بقول محققین مغرب کے طبعی موت مر چکے ہیں۔ صرف اسلام ہی کو ایسا مذہب سمجھا جاتا ہے جو اب اپنے تجدیدی عہد میں داخل ہو رہا ہے۔ حالانکہ اسلامی مورخین جانتے ہیں کہ مجددین امت تو ایک عرصے سے اپنا کام کرتے چلے آئے ہیں۔ بہرحال جدید تہذیب کی Predicament یہ ہے کہ اسے حقیقت کامل تک پہنچنے کے لئے مذہب کی بھی ضرورت ہے۔ ان حالات میں اسلام جو مذہب سے بڑھ کر سماجی سیاسی ومعاشی نظام بھی ہے ایک ایسا حل ہے جس کی طرف جدید تہذیب جا رہی ہے۔ لیکن علمائے سوء کی فتنہ پردازیوں اور عوام الناس کے جاہلی عقائد ورسومات نے مسلمانوں کو اندرونی طور پر کمزور کر دیا ہے۔ مغرب کے اسلام دشمن جارحانہ عزائم نے مسلمانوں میں بیداری کی نئی لہر پیدا کر دی ہے جیسا کہ الجزائر، ایران، سوڈان اور ترکی کے حالات سے ظاہر ہے۔ باسط بلال نے احیائے اسلام کی اس جدوجہد کے بارے میں کہا کہ مستقبل قریب میں یہ ان شاء اللہ یہ ضرور کامیاب ہوگی۔ اب دنیا میں صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے

جو مکمل محفوظ حالت میں ہے اور اب بھی علمائے حق موجود ہیں جو کہ اسلاف کی تعلیمات کے امین ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جدید علوم کو حقیقت کامل سے روشناس کرانے کے لئے جو حکمت و دانش درکار ہے وہ صرف اسلام ہی عطا کر سکتا ہے۔ جدید تہذیب کے اس خلا کو اسلام ہی پر کر سکتا ہے۔

آخر میں صدر مجلس امیر تنظیم اسلامی نے اپنے صدارتی خطاب میں مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ انجمن کے ذریعے جس پودے کو انہوں نے 1972ء میں لگایا تھا اس کا ثمر اپنی زندگی میں دیکھنا بہت بڑی خوش قسمتی ہے۔ انہوں نے کہا ہماری تحریک جو تجدید ایمان بذریعہ قرآن حکیم کی اساس پر قائم ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے سماجی فکر' علامہ اقبال کی فلسفیانہ فکر اور مولانا مودودی کی سلیس زبان میں اشاعت دین کا تسلسل ہے۔ انہوں نے اپنے خطاب میں یہ بھی فرمایا کہ اس خطے میں دین کے احیاء کے چوتھے مرحلے میں ہیں اور قوی امید ہے کہ ان شاء اللہ اگلے 20 سال میں آخری مرحلہ بھی تکمیل تک پہنچ جائے گا۔

اخوت اکیڈمی ٹرسٹ اسلام آباد کے زیر اہتمام منعقدہ تقریب

اس تقریب میں جناب باسط بلال نے

Electronic Media and Ethical Values

کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میڈیا تو اصل میں آلہ ہے جو اقدار کی اشاعت کرتا ہے اور یہ اقدار معاشرے کے جز یا کل میں پروان چڑھتی ہیں۔ مغربی سرمایہ دارانہ معاشرے کی اصل اقدار سرمایہ داری نظام پر مبنی ہیں جو کہتی ہے "بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست" اور بعث بعد الموت کے کلی منکر ہیں۔ جب کہ اسلامی نظریہ اقدار حقوق و فرائض پورے کرنے پر مبنی ہے پس اس Global Capitalist Village کے مکروہ الیکٹرانک میڈیا سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ کلی طور سے اس تہذیب سے قطع تعلق کیا جائے۔

بین الاقوامی اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے زیر اہتمام منعقدہ تقریب

اس تقریب میں

Islamic Renaissance Myth or Reality

کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے باسط بلال نے کہا کہ اصل مسئلہ ایمان کی تجدید کا ہے اور جب تک اس کو مسلمانان عالم بطریق احسن پورا نہیں کریں گے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی منزل سرنہ ہو سکے گی۔ اس خطاب کو طلبہ کی ایک کثیر تعداد نے سنا اور سوال و جواب بھی ہوئے۔ یہ تمام لیکچرز انگریزی زبان میں ہوئے تھے اور اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے میں بہت پسند کئے گئے۔

مرتب : شمس الحق اعوان

امیر تنظیم اسلامی کی ملک سے عدم موجودگی کے دوران قائم مقام امیر کے طور پر ڈاکٹر عبد الخالق کا تقرر

داعی تحریک خلافت و امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد ۱۸ جولائی کو امریکہ کے دعوتی و تنظیمی دورہ کے لئے تشریف لے جا چکے ہیں' ان کی عدم موجودگی میں ان کی نیابت کی ذمہ داری حلقہ شرقی اور شمالی کے امیر ڈاکٹر عبد الخالق کے کاندھوں پر آئی ہے۔ ان کی تقرری کا فیصلہ امیر محترم نے اپنی روانگی سے قبل مرکزی اسرہ کے اجتماع میں فرمایا تھا۔

بقیہ : کاروان خلافت منزل بہ منزل

ملاقاتیں ہوئیں۔

محترم باسط بلال کوشل صاحب ایک سنجیدہ علم دوست اور بے تکلف شخصیت کے مالک ہیں۔ 9/ جولائی کو ان کے لیکچرز ہوئے۔ پہلی نشست کی صدارت گورنمنٹ کالج سول لائنز کے ڈاکٹر محمد امین صاحب نے صدارت کی۔ شرکاء میں پروفیسرز' طلباء وکلاء اور ریٹائرڈ سینئر اہلکار شامل تھے۔ دوسری نشست کی صدارت ریٹائرڈ کمشنر جناب سلیم احمد صاحب نے کی۔ لیکچر کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی ۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر نہ دیدم کی بہار آخر شد

(رپورٹ : مختار حسین فاروقی)

بقیہ : بحث و نظر

مشورے کے بغیر اور طے شدہ فیصلے کے خلاف انہوں نے اپنے ایک دورے میں دستور کے لئے 9 نکاتی مطالبہ کی مہم بھی شروع کر دی۔ جس پر راقم الحروف نے ان کے نام ایک شدید احتجاجی خط لکھا اور شوریٰ کے مشورہ کے خلاف دستوری مہم شروع کرنے کو خیر و برکت سے محروم اقدام قرار دیا۔ میاں صاحب نے اس خط کا جواب مجھے دینے کے بجائے سندھ کے اجتماع کے ارکان میں یہ کہہ کر دیا کہ "اگر اسلامی دستور کی مہم بھی ہم نہ چلائیں تو ہم نے یہ بکرے آخر کس دن کے لئے پالے ہیں"۔

(2) اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میاں طفیل محمد صاحب گرفتار ہوئے۔ جیل میں ان کے ساتھ شرمناک گستاخی اور بدسلوکی کی گئی۔ اس طرح جماعت اسلامی پھر حکومت کے ساتھ تصادم کی راہ پر چل پڑی اور مولانا مودودیؒ جو اپنی علالت کے باعث امارت کی ذمہ داریاں میاں طفیل محمد کے سپرد کر چکے تھے ان کی وہ ساری کوشش اور محنت ضائع ہو گئی جو انہوں نے جماعت اسلامی کو پھر سے دعوتی اور تربیتی جماعت بنانے کے لئے کی تھی۔

(3) مولانا مودودیؒ کی اختتامی ہدایات (جن کا اوپر ذکر آچکا ہے) کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا۔ ان کی عمومی اشاعت سے حتی الوسع اجتناب کیا گیا' تاکہ جماعت کے ارکان اور کارکنوں کو کسی تبدیلی کا احساس نہ ہو۔

یہ ساری صورتحال میں کسی کو صرف مطعون کرنے کے لئے نہیں بیان کر رہا ہوں بلکہ اب جماعت اسلامی کے بہت سے ذمہ دار اصحاب کو "احساس زیاں" ہوا ہے اور جس کے نتیجہ میں تحریک اسلامی کے نام سے جو ایک چھوٹا سا مگر پر عزم قافلہ ترتیب پا گیا ہے میں اس قافلے کے سالاروں اور قافلے میں شامل ہونے والے اصحاب عزیمت سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ مولانا مودودیؒ کی آخری ہدایات کے مطابق اپنی پالیسی تشکیل دیں اور اس سلسلے میں فروری 1972ء کی مذکورہ بالا قرارداد کو مشعل راہ بنائیں۔

بشکریہ : روزنامہ امت کراچی

(اشاعت ۹ جولائی ۱۹۹۷ء)

ضروری اطلاع

تنظیم اسلامی لاہور وسطی کے مبتدی رفیق مرزا یونس بیگ کو بعض رفقاء سے مالیاتی فراڈ کرنے کے باعث تنظیم اسلامی سے فوری طور پر خارج کیا جاتا ہے اور تمام رفقاء و دیگر احباب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اس کے ساتھ کسی قسم کے لین دین کی تنظیم کسی صورت میں بھی ذمہ دار نہ ہو گی۔

تربیت گاہ میں شرکت کے خواہش مند رفقاء کی توجہ کے لئے

تنظیم اسلامی کے مرکزی دفتر سے جاری کردہ سرکلر کے مطابق ۱۰/ اگست سے ۲۹/ اگست ۹۷ء تک قرآن اکیڈمی ملتان میں تنظیم اسلامی کے مرکزی شعبہ تربیت کے زیر اہتمام مبتدی اور ملتزم رفقاء کے لئے الگ الگ تربیت گاہوں کا انعقاد ہو گا۔ مبتدی تربیت گاہ میں تنظیم اسلامی کے رفقاء کے علاوہ احباب بھی شریک ہو سکتے ہیں۔

امیر تنظیم اسلامی اور دیگر قائدین کا دورۂ ایبٹ آباد و مانسہرہ

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد' امیر حلقہ پنجاب شرقی وشمالی ڈاکٹر عبدالخالق' ناظم حلقہ شمس الحق اعوان' نائب ناظم محمد طفیل گوندل اور محمد عمران یکم جولائی کو سعید احمد خان کے گھر ایبٹ آباد تشریف لائے۔ سعید احمد تنظیم اسلامی اسرہ ایبٹ آباد کے سرگرم رفیق ہیں۔ ڈاکٹر صاحب گزشتہ کئی سالوں سے جب بھی ایبٹ آباد تشریف لاتے ہیں تو انہی کے ہاں قیام کرتے ہیں۔ امیر محترم اور ان کے رفقاء کھانے اور نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد خطاب کے لئے مانسہرہ تشریف لے گئے۔ تنظیم اسلامی اسرہ مانسہرہ کے نقیب پروفیسر عبدالماجد اور ان کے رفقاء نے مانسہرہ پبلک سکول وکالج کے ہال میں امیر محترم کے خطاب کا انتظام کر رکھا تھا۔ اسرہ مانسہرہ کے رفقاء گزشتہ کئی روز سے گرمی کی شدت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے شب وروز مجاہدانہ انداز میں ڈاکٹر صاحب کی مانسہرہ آمد اور خطاب کے سلسلے میں ہینڈ بلز' بینرز' انفرادی رابطوں اور لاؤڈ سپیکر پر اعلانات کے ذریعے عوام کو دعوت دیتے رہے۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض نقیب اسرہ پروفیسر عبدالماجد صاحب نے ادا کئے۔ تلاوت قرآن حکیم اور نظم بعنوان "قرآن کی فریاد" سنائی گئی۔ سٹیج سیکرٹری نے کالج کے پرنسپل اور حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے ڈاکٹر صاحب کے مختصر حالات زندگی اور ان کے مشن کا تعارف پیش کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر صاحب اولاً پاکستان میں بعد ازاں پوری دنیا میں نظام خلافت کو قائم کرنے کی جدوجہد میں مصروف عمل ہیں۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

امیر محترم کے خطاب کا موضوع نظام خلافت کیا؟ کیوں؟ اور کیسے؟ تھا۔ قرآنی آیات کی تلاوت اور ادعیہ ماثورہ کے بعد امیر محترم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد عقیدۂ توحید پر قائم ہے اور حاکمیت صرف اللہ کو زیبا ہے۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آزری

غیر اللہ کی حاکمیت سب سے بڑا شرک ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک شرک تو یہ ہے کہ کسی انسان کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے اور دوسرا یہ کہ انسان خود حاکمیت کا دعوی دار بن جائے جیسا کہ فرعون ونمرود تھے۔ حضرت آدمؑ سے حضور ﷺ تک جتنے بھی انبیاء آئے وہ اللہ کے نبی بھی تھے اور خلیفہ بھی' لیکن ختم نبوت کے ساتھ ہی شخصی خلافت کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ لہٰذا اب مسلمان باہمی مشورے سے خلیفہ کا انتخاب کریں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ زوال امت کی وجہ سے نظام خلافت برقرار نہ رہا' لہٰذا دور حاضر میں نظام خلافت کو قائم کرنا تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے۔ پاکستان کے مسلمانوں نے اللہ سے وعدہ خلافی کی اور سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ملک کو دولخت کر دیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کو ہوش نہ آیا تو اللہ نے ہمیں نفاق میں مبتلا کر دیا۔ لہٰذا آج پوری قوم انتشار کا شکار ہے۔ اب مسلمانوں کی بقا کا ایک ہی راستہ ہے کہ پاکستان میں نظام خلافت قائم کیا جائے بصورت دیگر "ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں"

امیر محترم نے نظام خلافت کیسے؟ کے عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانوں کی اولین ذمہ داری یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنی ذات اور اپنے گھر پر خلافت نافذ کریں۔ یہ کام آسان نہیں ع "منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں" اپنی ذات اور اپنے گھر پر اللہ کا دین نافذ کرنے والے لوگ ایک مضبوط جماعت بنیں اور یہ جماعت بھی بیعت کی بنیاد پر استوار ہو اور جب مطلوبہ قوت فراہم ہو جائے تو نظام باطل کے خلاف اقدام کیا جائے۔ ع "نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری" امیر محترم نے کہا کہ جب تک مسلمان اپنے طرز عمل کو تبدیل نہیں کریں گے انقلاب نہیں آسکتا۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال اپنی حالت کے بدلنے کا

بعد ازاں جلسے میں شریک چند احباب نے ڈاکٹر صاحب سے سوالات کئے۔ اس موقع پر پانچ احباب نے ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر کے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ مانسہرہ کے ایک پندرہ روزہ رسالے "سورج" کے ایڈیٹر جناب ضیاء صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کی اور ڈاکٹر صاحب سے مختلف سوالات کئے۔ امیر محترم دوسرے دن رجمنٹ سنٹر ایبٹ آباد تشریف لے گئے۔ یہاں کے کمانڈنگ آفیسر بریگیڈیئر غلام حسین صاحب اور دیگر افسران نے امیر محترم کا پرتپاک استقبال کیا۔ امیر محترم کچھ دیر کمانڈنگ آفیسر کے دفتر میں بیٹھے جہاں مہمانوں کو چائے وغیرہ پیش کی گئی۔

امیر محترم کا پہلا خطاب بلوچ رجمنٹ کے جوانوں سے تھا' جو رجمنٹ کی مسجد میں ہوا۔ امیر محترم کے خطاب کا موضوع ایمان' تقویٰ اور جہاد تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے کمانڈنگ آفیسر' افسران اور جوانوں کا شکریہ ادا کیا۔ امیر محترم نے کہا کہ اسلام کی بنیاد ایمان باللہ' ایمان بالملائکہ' ایمان بالکتب' ایمان بالرسل اور ایمان بالآخرہ پر قائم ہے۔ ایمان کے دو پہلو ہیں: ایمان قلبی اور زبانی اقرار۔ آج مسلمانوں کی عظیم اکثریت ایمان حقیقی یعنی قلبی ایمان سے محروم ہو چکی ہے اور صرف زبانی اقرار والا ایمان رکھتی ہے۔ ایمان حقیقی اس وقت حاصل ہوتا ہے جب یہ ایک مسلمان کے دل میں داخل ہو۔ مسلمان کی اخروی نجات کا دارومدار ایمان قلبی پر ہی ہے۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ ان کو ایمان قلبی حاصل تھا جس کی وجہ سے وہ قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود پوری دنیا پر چھا گئے۔ چنانچہ قلبی ایمان کا عمل کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ تقویٰ پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ اپنے آپ کو اللہ کی فرمانبرداری کا خوگر بنانا اور اس کی نافرمانی سے بچنا تقویٰ کا اصل تقاضا ہے۔

امیر محترم نے جہاد فی سبیل اللہ پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ حضورؐ کے ارشاد کے مطابق افضل جہاد اپنے نفس کو اللہ کا مطیع بنانا ہے۔ نفس انسانی وہ بڑا فرعون ہے جسے زیر کرنا مشکل ہے۔ جہاد کی اقسام پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ایک جہاد دفاعی ہوتا ہے اور ایک جہاد پیش قدمی کرتے ہوئے اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ پاک آرمی دفاعی جہاد کر رہی ہے۔ اس دفاعی جہاد کی بڑی فضیلت ہے لیکن افضل ترین جہاد اللہ کے دین کو تمام ادیان پر غالب کرنے کے لئے اور انسانیت کو انسانوں کے ظلم وستم سے بچانے کے لئے ہوتا ہے اور یہی جہاد درحقیقت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ خطاب کے بعد کمانڈنگ آفیسر نے امیر محترم اور ان کے رفقاء کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد امیر محترم اور ان کے رفقاء نے آفیسرز میس میں کھانا تناول کیا۔

امیر محترم کا دوسرا خطاب بلوچ رجمنٹ کے آفیسرز کے ساتھ تھا جہاں آپ نے "ملک کے استحکام کی بنیادیں" کے موضوع پر گفتگو کی اور فرمایا کہ کسی بھی ملک کے استحکام کی تین بنیادیں ہوتی ہیں۔ اول اس ملک کی تاریخ' دوئم اس ملک کا جغرافیہ اور سوئم انسانی جذبہ۔ انہوں نے چین اور کوریا کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ یہ وہ ممالک ہیں جو تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔ دنیا میں کئی تغیرات آتے رہے لیکن یہ ممالک اپنے تاریخی ناموں کی وجہ سے آج بھی موجود ہیں۔ عوام کو اپنے وطن کے ساتھ گہری محبت ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ قومی مفاد کو کسی قیمت پر داؤ پر لگانے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ دوئم کسی ملک کے استحکام کے لئے جغرافیائی محل وقوع بھی اہمیت رکھتا ہے جیسا کہ ہندوستان ہے جس کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا تھا۔

اے ہمالہ اے فصیل کشور ہندوستاں
چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں

چنانچہ ہمالہ کی وجہ سے یہ ملک دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہا اور آج بھی دنیا کے نقشے پر قائم ہے۔ علاوہ ازیں وہ اقوام

بھی قائم رہتی ہیں جن کی زبان اور نسل ایک ہو۔ جیسا کہ عربوں اور ترکوں کا معاملہ ہے ان اقوام میں Regeneration کی صلاحیت موجود ہوتی ہے لیکن ہم پاکستان کے مسلمانوں کے ساتھ معاملہ یہ ہے کہ نہ تو تاریخی اعتبار سے ہماری کوئی حیثیت ہے اور نہ قومی لحاظ سے اور نہ ہی جغرافیائی لحاظ سے ہمارے ہاں کوئی بنیاد ہے۔ پاکستان کے لوگ مختلف قبائل اور نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی طرح ہماری زبان ایک نہیں' سندھی اردو کی بالادستی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ لہٰذا ہماری بقا کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم اسلام کو اپنالیں اور اس کے مطابق زندگی بسر کریں۔ امیر محترم نے تاریخ کے حوالے سے دفاعی سرحدوں کے محافظوں کو بتایا کہ اب مسلمانوں کے عروج کا پانچواں دور شروع ہو چکا ہے۔ حضورؐ کے ارشاد کے مطابق اس کا آغاز پاکستان اور افغانستان کی سرزمین سے ہو گا۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان کے مسلمان اپنی ذات اور اپنے گھر پر خلافت قائم کرنے کے بعد اپنے وطن میں نظام خلافت کے لئے جدوجہد کریں وگرنہ مسلمانوں کا طرز عمل نہ بدلا تو پاکستان کا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔ امیر محترم کے خطاب کے بعد افسران کے ساتھ سوالات وجوابات کی نشست ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے افسران سے کہا کہ وہ اپنی ذات اور اپنے گھر میں اللہ کا دین نافذ کرنے کی کوشش کریں اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے رشتہ داروں میں بھی دینی فکر کو عام کرنے کی کوشش کریں۔ آپ حضرات کی مخلصانہ کوششوں کے نتائج ضرور سامنے آئیں گے۔

رپورٹ: ذوالفقار علی' نقیب اسرہ ایبٹ آباد

حلقہ پنجاب شرقی زیریں کی دعوتی سرگرمیاں

ناظم ذیلی حلقہ پنجاب شرقی زیریں جناب اشرف وصی نے 10/ جولائی کو اسرہ ہیر کرباٹھ کا دورہ کیا۔ جناب داؤد مغل کے ہمراہ موضع کبیر کا گاؤں میں رفیق تنظیم حافظ طیب علی شاہین کے تعاون سے مقامی جامع مسجد میں منعقدہ محفل میں "حب رسولؐ اور اس کے تقاضے" کے موضوع پر ناظم حلقہ نے خطاب کیا۔ بعد ازاں ناظم حلقہ نے مسجد ہذا کے استاد حافظ محمد فاضل صاحب سے دعوت دین کے طریقہ کار کے بارے میں مفصل گفتگو کی۔ مولانا موصوف تنظیم اسلامی کے پروگراموں میں فراخ دلی سے تعاون فرماتے ہیں۔ نماز عشاء کے بعد بیدیاں روڈ پر واقع جامعہ مسجد میں "حب رسول اور اسکے تقاضے" کے موضوع پر خطاب ہوا۔ اس مسجد میں امامت کے فرائض رفیق تنظیم حافظ محمد لطیف سرانجام دیتے ہیں۔ 11/ جولائی بروز جمعہ ناظم حلقہ اور نقیب اسرہ ڈاکٹر ظفر اقبال انجم دیگر رفقاء کے ہمراہ موضع برکی گئے۔ وہاں "دیہی مرکز صحت" برکی کے انچارج ڈاکٹر طارق خان سے خصوصی ملاقات ہوئی۔ بعد نماز عصر جامعہ مسجد اصل میں ایک مذاکرہ کی نشست ہوئی جس میں 20 نوجوانوں نے حصہ لیا۔ ناظم حلقہ نے مذاکرہ کے اختتام پر سوالات کے جواب بھی دیئے۔ نماز مغرب کے بعد مسجد ہذا میں درس قرآن ہوا۔ موضع گونڈ گاؤں کی جامعہ مسجد میں بعد نماز عشاء ناظم حلقہ نے حب رسولؐ اور اس کے تقاضے کے موضوع پر خطاب کیا۔

☆ ☆ ☆

پتوکی اور ساہیوال میں دعوتی سرگرمیاں

جناب محمد اشرف وصی کی قیادت میں 22 رفقاء کا قافلہ تنظیم اسلامی کے مرکزی دفتر سے 12/ جولائی بروز ہفتہ صبح 6 بجے ساہیوال کے لئے روانہ ہوا۔ 6 گھنٹے کی مسافت کے بعد تمام رفقاء برکی صاحب کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ پہلا پروگرام رفقاء کے تعارف پر مبنی تھا۔ باہمی تعارف سے فراغت کے بعد ناظم حلقہ نے فکر آخرت کے موضوع پر مذاکرہ منعقد کروایا۔ دوسرا تنظیمی پروگرام مذاکرہ ہی کی نوعیت کا تھا۔ مذاکرے کا موضوع داعی کے کردار کی اہمیت تھا۔ اس مذاکرے کو اسرہ سنت نگر کے نقیب جناب نثار احمد خان نے کنڈکٹ کیا۔ نماز وطعام کے وقفہ اور نماز عصر کی ادائیگی کے بعد رفقاء کے 8 گروپس تشکیل دیئے گئے۔ اس دعوتی گشت کے دوران تنظیم اسلامی کی تکمیل دستور خلافت مہم میں عوام سے تعاون حاصل کیا گیا۔ نماز مغرب کے بعد برکی صاحب کی رہائش گاہ پر "توکل علی اللہ" کے موضوع پر ایک بھرپور مذاکرہ منعقد ہوا جس میں تمام رفقاء نے اظہار خیال کیا۔ بعد نماز عشاء "دعوت کے مطالب" کے موضوع پر ناظم حلقہ نے خطاب کیا۔ 13/ جولائی بروز اتوار بعد از نماز فجر ایک مذاکرہ منعقد ہوا۔ مذاکرے کا عنوان تھا "تنظیم اسلامی کی دعوت کو کس طرح عام کیا جائے"۔ وقفہ کے بعد ناظم حلقہ نے رفقاء کے دو گروپ بنا دیئے۔ ایک گروپ نے ساہیوال میں کام کیا۔ فرید ٹاؤن ساہیوال میں واقع جامعہ مسجد امیر معاویہؓ میں ادا کی۔ نماز ظہر کے بعد نثار احمد خان صاحب نے آیہ بر کے موضوع پر خطاب کیا۔ دوسرا گروپ سفائر ٹیکسٹائل مل واقع پتوکی نقیب اسرہ جناب الیاس صاحب کی رہائش گاہ پر پہنچا۔ بعد نماز ظہر حافظ غلام مرتضٰی صاحب نے تجوید اور قرات کی ضرورت واہمیت کے موضوع پر خطاب کیا۔ جامع مسجد جمبر خورد میں بعد از نماز عصر قرآن کالج کے طالب علم جناب نعیم احمد اعوان نے سورہ تغابن کا درس دیا۔ ازاں بعد ناظم حلقہ کی ملاقات گاؤں کے معززین سے کروائی گئی۔ بعد از نماز مغرب جامعہ مسجد ضیاء الاسلام جمبر کلاں میں ناظم حلقہ نے 12/ ربیع الاول کے حوالے سے سورہ الاعراف کی آیت کو موضوع گفتگو بنایا۔ دعوتی پروگراموں کے انعقاد میں جناب محمد اقبال اور ناصر صاحب نے ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کا مظاہرہ کیا۔

(رپورٹ: مزمل احسن شیخ)

ریلوے ہیڈ کوارٹر میں سیرت النبی ﷺ کی پروقار تقریب کا انعقاد

12/ ربیع الاول کو پاکستان ریلویز کے زیر اہتمام ریلوے ہیڈ کوارٹر کے آڈیٹوریم میں سیرت النبی ﷺ کے عنوان سے ایک پروقار تقریب زیر صدارت جنرل منیجر پاکستان ریلوے منعقد ہوئی جس میں لگ بھگ ڈیڑھ صد کی تعداد میں اعلیٰ ریلوے افسران شریک ہوئے۔ تنظیم اسلامی لاہور شرقی کے نقیب ڈاکٹر عارف رشید نے جو اس تقریب میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے مدعو تھے "سیرت نبوی ﷺ کا عملی پہلو" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ ڈاکٹر عارف رشید نے حاضرین کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرائی کہ وہ عظیم ذمہ داری اور عظیم مشن جو نبی اکرمؐ کو سونپا گیا تھا' حجۃ الوداع کے موقع پر وہ ذمہ داری آپ ﷺ نے امت کے کاندھوں پر ڈال دی تھی۔ بدقسمتی سے یہ اصل کام تو امت فراموش کر بیٹھی اور حضورؐ کی شان میں مدح سرائی' نعت گوئی' عید میلاد النبی کے جلوس اور سال میں ایک مرتبہ کچھ تقاریب کا انعقاد ہی ہمارے پیش نظر رہ گیا ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سیرت النبی ﷺ کے ان عملی پہلوؤں کو اجاگر کریں جو ہمارے اندر جذبہ جہاد اور اقامت دین کے لئے عملی جدوجہد کرنے کی تڑپ پیدا کریں۔ تقریب کے اختتام پر امیر محترم کی دو کتابوں "نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں" اور "مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" کا سیٹ تمام شرکاء کی خدمت میں ہدیتاً پیش کیا گیا۔

رپورٹ: محمود عالم میاں' امیر تنظیم اسلامی لاہور شرقی

کراچی میں چار روزہ دعوتی سرگرمیاں

امیر تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب 12/ جولائی کو دو روزہ دورے پر کراچی تشریف لائے۔ موصوف نے اسی روز بعد نماز عشاء انجمن کے ایک ہمدرد جناب خلیل احمد صاحب اللہ والے کے ہاں "تنظیم اسلامی کی دعوت' اہداف اور طریقہ کار" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ بعد ازاں انہوں نے شرکاء کے سوالات کے جوابات دیئے۔ اگلے روز 13/ جولائی کو ڈاکٹر صاحب نے آئی بی اے آڈیٹوریم گارڈن روڈ میں "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعی انقلاب" کے موضوع پر خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ تاریخ انسانی میں انقلاب کے داعی تو کئی لوگ رہے ہیں لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی شان یہ ہے کہ آپ ﷺ صرف داعی انقلاب ہی نہیں بلکہ قائد انقلاب بھی ہیں۔ آپ ﷺ کی قیادت میں نہ صرف ایک

انقلابی دعوت کا بالکل ابتداء سے آغاز ہوا بلکہ ایک ہمہ گیر انقلاب پایہ تکمیل کو پہنچا۔ 14/ جولائی کو اسی مقام پر تنظیم اسلامی کے نوجوان مفکر اسلام جناب باسط بلال صاحب نے انگریزی زبان میں "دور حاضر میں مذہب سے بیزاری" کے موضوع پر مدلل اور پرجوش خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ سائنس نے ہمیں عالم شہود کی آخری سرحدوں تک پہنچا دیا ہے اور عالم غیب کے بعض حقائق کا تصور دے کر اس کی دہلیز تک پہنچا دیا ہے البتہ ان حقائق کی تفصیلات کے بارے میں سائنس خاموش ہی نہیں بلکہ بے بس نظر آتی ہے۔ ان حقائق کی تفصیلات سے مذہب ہی پردہ اٹھاتا ہے۔ اسلام کے علاوہ بقیہ تمام مذاہب اپنی اصل شکل میں موجود نہ ہونے کے سبب سے مردہ ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے نوع انسانی کا اعتماد اٹھ چکا ہے۔ اس وقت صرف اسلام کی تعلیمات ہی ہمہ گیر' آفاقی اور زندہ جاوید ہیں۔ جن کی اصل شکل میں محفوظ ہونے کی گواہی غیر مسلم بھی دیتے ہیں۔ لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ آنے والا دور "اسلام کا دور" ہو گا۔ 15/جولائی کو آئی بی اے آڈیٹوریم ہی میں "بلا سود معیشت کے مسائل اور ان کا حل" کے موضوع پر سیمینار منعقد کیا گیا جس میں ملک کے مایہ ناز ماہرین معاشیات نے اظہار خیال کیا۔ سیمینار کی صدارت چیف جسٹس (ر) ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن نے کی۔ مقررین نے اس بات سے اتفاق کیا کہ بلا سود معیشت کا نظام قابل عمل' مفید اور عادلانہ ہے لیکن ارباب اقتدار اس طرف پیش قدمی کے لئے سنجیدہ نہیں ہیں۔ آئی بی اے آڈیٹوریم کے سہ روزہ پروگرام میں حاضرین کی شرکت بہت بھرپور رہی۔ حاضرین نے باسط بلال صاحب کی خاصی ہمت افزائی کی۔ آئی بی اے کی انتظامیہ نے سہ روزہ پروگرام کے لئے آڈیٹوریم بلا معاوضہ فراہم کیا اور پروگرام کے انعقاد کے لئے ہر ممکن تعاون کیا۔ اس سلسلے میں ڈائریکٹر آئی بی اے جناب ڈاکٹر عبدالوہاب صاحب کا تعاون لائق تحسین ہے۔ ہماری دعا ہے کہ باری تعالیٰ ڈاکٹر صاحب موصوف کی کوششوں اور آئی بی اے کے دوسرے ذمہ دار حضرات و کارکنان کے تعاون کو قبول فرماتے ہوئے اسے ان کے لئے توشہ آخرت بنائے۔ آمین

مرتب : انجینئر نوید احمد

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا دورہ ملتان

ملتان اگرچہ دریائے چناب کے کنارے واقع ہے تاہم ماضی میں مغرب میں تھل اور مشرق (جنوب مشرق) میں صحرائے بہاولپور' چولستان کی وجہ سے "گرد" و "گرما" کی خاص اہمیت رہی ہے۔ یہاں اب بھی بارش بہت کم ہوتی ہے اور مدینہ الاولیاء ہونے کے باوجود "روحانی برکات کی بارش" تو اب بہت ہی کم ہو چکی ہے۔

قرآن اکیڈمی ملتان اس ماحول میں بھی قرآن کے علم وحکمت کے چراغ امیدوں کے چراغوں کے پہلو بہ پہلو روشن کئے ہوئے ہے۔ غنیمت ہے کہ دعوت رجوع الی القرآن کے داعی و امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ سال میں ایک دو مرتبہ ملتان میں قدم رنجہ فرماتے ہیں اور یوں تشنہ لبوں کی جان میں جان آجاتی ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب 8/ جولائی کی صبح ملتان تشریف لائے اگرچہ ان کا قیام تو 24 گھنٹے رہا مگر اس کی سیرابی دوسرے دن بھی جاری رہی۔ ڈاکٹر صاحب ہی کے ایک ہونہار شاگرد رشید باسط بلال کوشل صاحب بھی ملتان تشریف لائے تھے۔ 9/ جولائی کی شام ان کے لیکچرز ہوئے جب کہ 10/ جولائی کی دوپہر کو ان کی روانگی ہوئی "ایں سعادت بزور بازو نیست"۔

امیر محترم کی آمد کی تقریب یوں ہوئی کہ انجمن خدام القرآن پنجاب ملتان کے زیر اہتمام باقاعدگی سے موسم گرما کی تعطیلات کے آغاز پر ہر سال 30 روزہ تربیت گاہ ہوتی ہے۔ امسال اس تربیت گاہ میں داخلہ بذریعہ انٹرویو کیا گیا اور یوں شرکاء کے لئے ہم ایک کم از کم معیار قائم رکھنے میں کامیاب ہو گئے۔

یہ تربیت گاہ 9/ جون تا 8/ جولائی 97ء جاری رہی جس میں 25 طلباء شریک رہے اس میں عربی کے آسان اسباق' قرآن مجید کے منتخب نصاب کے اہم حصے' اربعین نووی' تاریخ اسلام' تاریخ انبیاء' ہم عصر انقلابی لٹریچر اور منہج انقلاب نبوی کی تدریس شامل تھی۔ ایک پیریڈ روزانہ سوال وجواب کے لئے وقف تھا۔ جوں جوں شرکاء کے علم میں اضافہ ہوا اور دینی معلومات ایک صحیح سمت میں بڑھانا شروع ہوئیں تو "ھل من مزید" کی خواہش سوالات کی شکل میں سامنے آتی رہی۔ یہ پیریڈ تربیت گاہ کی جان تھا۔

اس تربیت گاہ کے اختتامی سیشن میں شرکاء سے امیر محترم کے خطاب کا وقت قریب آن پہنچا۔ اس خصوصی محفل میں شرکاء تربیت گاہ کے علاوہ ان کے والدین اور خصوصی دعوت پر دیگر احباب نے بھی شرکت کی۔

امیر محترم نے اپنے خطاب میں کہا کہ اسلام ایک آسمانی مذہب ہے اور اس کی بنیاد اللہ کے کلام پر ہے جس میں یہ خصوصیت ہے کہ اس کی مختلف بنیادی اصطلاحات کے حوالے سے دین کا سارا بنیادی تصور سامنے آجاتا ہے۔ لفظ ایمان کے حوالے سے بھی ساری بات بیان کی جاتی ہے۔ لفظ عبادت سے انفرادی اور اجتماعی سطح پر دین کی کل دعوت واضح ہو جاتا ہے۔ شہادت کے لفظ سے بھی کلمہ شہادت سے "شہید" کے مفہوم تک سارے مراحل آجاتے ہیں۔ لفظ خلافت بھی انفرادی خلافت سے لے کر اجتماعی خلافت تک تمام دینی تعلیمات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ "اقامت" کی اصطلاح بھی اس طرح بہت کثیر الجہت ہے۔

امیر محترم نے کہا کہ اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس انفرادی اور اجتماعی تقاضوں کا شعور پیدا کریں اور اس کو عام کر کے اجتماعی معاملات کو اللہ کی تعلیمات کے تابع کرنے کی کوشش کریں۔ یہی ہمارے مسلمان ہونے کا تقاضا ہے۔ سوال وجواب کی مختصر نشست کے بعد یہ پروگرام اختتام پذیر ہو گیا۔ انجمن ہذا کے زیر اہتمام "رضا ہال" میں ماہانہ درس قرآن کی نشست گزشتہ سال سے کامیابی سے جاری ہے۔ اس ماہ کی نشست 8/ جولائی کو تھی۔ چار سو سے زائد حضرات نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ امیر محترم کے خطاب کا موضوع تھا "نیا عالمی استعمار اور موجودہ فرقہ وارانہ چپقلش" پروگرام کی ابلاغ و تشہیر کے لئے اخباری اشتہارات اور بینرز کے علاوہ کثیر تعداد میں ہینڈ بلز بھی تقسیم کئے گئے۔

سابقہ استعمار یورپی عیسائی اقوام تھیں جب کہ یہ نیا استعمار عالمی یہودی مالیاتی استعمار ہے اس کے ہتھکنڈے نئے ہیں' مالیاتی طور پر کمزور اقوام کو قرضوں میں جکڑ کر اس کے وسائل پر قبضہ کرنا اس کی پالیسی ہے۔ عالم عرب اس استعمار کے شکنجے میں آکر اسرائیل کے سامنے سجدہ ریز ہو چکا ہے۔ پاکستان' ایران اور افغانستان (P.I.A) اور روسی ترکستان کی مسلم ریاستیں ایک سالڈ مسلم بلاک اس استعمار کی راہ کی رکاوٹ ہے۔ لہٰذا اس استعمار نے ان ممالک کو آپس میں لڑا کر ان پر تسلط جمانے کا منصوبہ بنایا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ حالات کو سمجھیں اور موجودہ فرقہ وارانہ تشدد کی لہر کے پیچھے ان عوامل تک پہنچیں۔ دشمن ہمیں لڑا کر کمزور کرنا چاہتا ہے۔ امیر محترم نے فرمایا ہم نے Soft Revolution کے لئے تین اقدامات اٹھائے ہیں :

1) ناگزیر دستوری ترامیم جس سے قرآن وسنت کی بالادستی یقینی ہو جائے۔

2) سودی معیشت کا خاتمہ اور 3) شیعہ سنی مفاہمت تاکہ اس ملک میں اسلام کا غلبہ ہو سکے۔

شیعہ سنی مفاہمت کا مطلب شیعہ سنی عقائد کے آمیزہ سے کوئی نیا فرقہ کھڑا کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ بعد از انقلاب صورت حال میں شیعہ سنی اختلافات کا ایک قابل عمل حل تلاش کرنا ہے تاکہ قیام پاکستان کی جدوجہد کی طرح اب بھی اسلام کی بالادستی کے لئے ساری دینی قوتیں مشترکہ جدوجہد کر سکیں۔ ہمارا دشمن تاک میں ہے جب کہ ہم غافل ہیں۔ کہیں صورت حال ایسی نہ ہو جائے ؎

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

اسلامی انقلاب کا تذکرہ ہو اور زبان ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی ہو گویا "ذکر اس پری وش کا اور جوش بیاں اپنا" والا معاملہ تھا۔ امیر محترم نے لوگوں کو اسلام کے غلبے کی جدوجہد میں عملی شرکت کی دعوت دی۔ کرنل (ر) غلام حیدر ترین صاحب امیر محترم کی میزبانی کے لئے بطور خاص بہاولنگر سے تشریف لائے تھے۔ 9/ جولائی کی صبح کئی احباب سے

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد ۶، شمارہ ۲۳
سالانہ زرتعاون -/۱۲۵ روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ، لاہور
مقام اشاعت: ۳۶۔کے، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: ۵۸۶۹۵۰۱-۰۳

معاونین برائے مدیر:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان ○ محبوب الحق عاجز
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

ہفتہ رفتہ کی اہم خبریں

مذاکرات ناکام، کسان بچاؤ تحریک نے زرعی ٹیکس کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چلانے کا اعلان کر دیا

سینئر صوبائی وزیر سردار ذوالفقار کھوسہ، صوبائی وزیر آبپاشی چوہدری محمد اقبال، سینئر ممبر بورڈ آف ریونیو امتیاز سرور پر مشتمل کمیٹی کے کسان بچاؤ تحریک پنجاب کی طرف سے کنوینر ناصر جاوید گھمن ایڈووکیٹ اور دیگر ساتھیوں کے ساتھ تین گھنٹے سے زیادہ طویل ترین مذاکرات ناکام ہو گئے۔ تمام حکومتی کوششیں رائیگاں گئیں۔ کسان بچاؤ تحریک نے پنجاب بھر میں سول نافرمانی کی تحریک چلانے کا اعلان کر دیا اور ۲۵ جولائی سے ۲۷ جولائی تک ہڑتال کرتے ہوئے شہروں کے حدود میں دودھ چارہ سبزیاں پھل دیگر زرعی اجناس نہ لانے کا حلف اٹھا لیا۔ مذاکرات کے اختتام پر کسان بچاؤ تحریک کے کنوینر ناصر جاوید گھمن نے ایک پرہجوم پریس کانفرنس اور کسانوں کی احتجاجی ریلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کسان اپنی جان تو دے سکتے ہیں مگر زبردستی حکومت کی طرف سے نافذ کردہ زرعی ٹیکس کسی صورت میں بھی ادا نہیں کریں گے۔ (۲۱ جولائی، روزنامہ اساس)

اسامہ بن لادن نے طالبان کے افغانستان میں کثیر لاگت منصوبوں کا آغاز کر دیا

امریکہ کو مطلوب سعودی نژاد اسامہ بن لادن نے طالبان کے زیر کنٹرول علاقوں میں سڑکوں، پلوں، کارخانوں اور آبپاشی کے کثیر لاگت منصوبوں کا آغاز کر دیا ہے۔ طالبان کے ہیڈ کوارٹر قندھار میں مستقل قیام کی غرض سے اسامہ نے ایک کالونی کی تعمیر شروع کر دی ہے۔ افغان ذرائع کے مطابق اسامہ نے قندھار ایئرپورٹ سے شہر تک سڑک کی تعمیر کے لئے مالی امداد فراہم کی ہے۔ اور دیگر علاقوں میں سڑکوں، پلوں اور کارخانوں کی تعمیر کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسامہ افغانستان کی زراعت کی ترقی کے لئے اہم آبپاشی کے منصوبے شروع کرنے پر غور کر رہے ہیں جس میں دریائے ہلمند کا رخ موڑ کر وہ بنجر زمینوں کو قابل کاشت بنانے اور صوبہ ننگرہار میں دروانتہ ڈیم کے قریب دریائے کابل کے پانی کو اپ لفٹ پیکج کے ذریعے آبپاشی کے لئے استعمال کرنے کے منصوبے شامل ہیں۔ ذرائع نے ایک اعلیٰ افسر کے حوالہ سے بتایا کہ اسامہ بن لادن افغانوں میں انتہائی محبوب اور ان کے گرویدہ ہیں اور خلوص نیت سے چاہتے ہیں کہ افغان عوام کی بہتری کے لئے اپنی دولت نچھاور کریں۔ طالبان حکومت نے انہیں سرکاری مہمان کی حیثیت دے رکھی ہے لیکن ساتھ ہی انہیں افغان سرزمین کی دیگر ممالک کے خلاف استعمال نہ کرنے کی تاکید بھی کی ہے۔ (۲۱ جولائی، نوائے وقت)

پاکستانی اور اسرائیلی تاجر خواتین کا ٹاکرہ نہ ہو سکا

لاہور (جی این این) امریکن سنٹر میں پاکستانی اور اسرائیلی تاجر خواتین کے درمیان سیٹلائٹ کے ذریعے ہونے والے مذاکرات میں عین آخری وقت پر اسرائیل کو مذاکرات سے خارج کر دیا گیا۔ پاکستان اور اسرائیل کے علاوہ اردن اور امریکہ کی خواتین بھی اس مذاکرہ میں شریک تھیں۔ تفصیل کے مطابق لاہور کی لالہ رخ اور ارم ملک نے پاکستان کی نمائندگی کی جبکہ اسرائیل کی طرف سے تل ابیب کی رہائشی تاجر خواتین زیپا کاہن اور پولیٹ ایڈان نے شرکت کرنا تھی۔ اردن کی تاجر خاتون بھی اس مذاکرہ میں شریک تھی اور اسے امریکی تاجر خاتون نے کوارڈینیٹ کیا۔ اس اسرائیلی اور پاکستانی رابطے پر مذہبی جماعتوں کی طرف سے شدید ردعمل سامنے آیا تھا۔ مذاکرہ شام چھ بجے حسب پروگرام شروع ہوا لیکن عین آخری وقت پر اسرائیل کو اس مذاکرے سے خارج کر دیا گیا۔ پروگرام میں اس اچانک تبدیلی کے بارے میں جب امریکن سنٹر کے ڈائریکٹر سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ایسا چند فنی وجوہات کی بناء پر کیا گیا ہے۔

گولڈ سمتھ کی راکھ عمران خان نے لندن پہنچائی

لندن (نیوز ڈیسک) پاکستان تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان کے یہودی سسر سر جیمز گولڈ سمتھ کی راکھ سپین سے لندن لانے والے طیارے میں خود ان کے داماد، بیٹی جمائما عمران اور تیسری بیوی لیڈی انابیل بھی سوار تھیں۔ عمران خان اپنے یہودی سسر کی راکھ لے کر خصوصی طیارے سے لندن ایئرپورٹ اترے تو بھاری تعداد میں آنجہانی کے رشتہ دار اور برطانیہ کے امیر و کبیر خاندانوں کے افراد موجود تھے۔ سر جیمز گولڈ سمتھ کی املاک کی مالیت ایک ارب ۲۰ کروڑ پاؤنڈ ہے۔ جس کی تین بیویوں، ایک محبوبہ اور آٹھ بچوں میں تقسیم پر تنازعہ پیدا ہونے کا خدشہ ہے۔ آنجہانی نے کوئی مفصل وصیت نامہ نہیں چھوڑا تاہم انہوں نے اپنی زندگی ہی میں برطانوی شہر سرے کے علاقے میں واقع چھ ایکڑ اراضی پر عظیم الشان بلڈنگ تیسری بیوی انابیل کے نام کر دی تھی جو عمران خان کی ساس ہیں۔

بھارت میں سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں تین گنا اضافہ

بھارتی حکومت نے سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں تین گنا اضافہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہاں اخبارات نے سرکاری ترجمان کے حوالے سے خبر دی ہے کہ حکومت نے سرکاری ملازمین کے لئے پانچویں وتج بورڈ کی سفارشات منظور کر لی ہیں جو بورڈ نے اس سال جنوری میں مرتب کری تھیں۔ فیصلے کے مطابق کم سے کم تنخواہ بھارتی کرنسی کے مطابق تین ہزار دو سو روپے ہو گی جو پاکستانی کرنسی کے مطابق تین ہزار نو سو روپے کے لگ بھگ بنتی ہے۔ ترجمان کے مطابق اس فیصلے سے ملک کے تیس لاکھ سرکاری ملازمین مستفید ہوں گے۔ (۲۱ جولائی، روزنامہ خبریں)

سیاسی نظام سے مایوس ہوں پارٹی کی سربراہی چھوڑ دوں گا ○ مولانا فضل الرحمٰن

جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ وہ موجودہ سیاسی نظام سے مایوس ہو چکے ہیں اور ممکن ہے کہ وہ جلد ہی پارٹی کی سربراہی چھوڑ دیں۔ غیر ملکی روزنامہ گلف نیوز سے باتیں کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ یکے بعد دیگرے آنے والی حکومتیں آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے دباؤ کے خلاف جرات مندانہ موقف اپنانے میں ناکام رہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بھاری مینڈیٹ کے باوجود مسلم لیگ کی حکومت لوگوں کی توقعات پورا نہیں کر سکی۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب میں حالیہ خون ریزی فرقہ وارانہ نہیں ہے بلکہ صوبائی حکومت کی تقسیم کرو اور حکومت کرو کی پالیسی کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ جلدی میں قانون سازی کا رجحان جاری رہا تو آئینی بحران پیدا ہو سکتا ہے۔ (۲۲ جولائی، روزنامہ جنگ)

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد ۶، شمارہ ۲۳
سالانہ زرِ تعاون ۔/۱۲۵ روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ، لاہور
مقامِ اشاعت: ۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: ۰۳۔۵۸۶۹۵۰۱

معاونین برائے مدیر:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان ○ محبوب الحق عاجز
نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین

ہفتہ رفتہ کی اہم خبریں

مذاکرات ناکام، کسان بچاؤ تحریک نے زرعی ٹیکس کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چلانے کا اعلان کر دیا

سینئر صوبائی وزیر سردار ذوالفقار کھوسہ، صوبائی وزیر آبپاشی چوہدری محمد اقبال، سینئر ممبر بورڈ آف ریونیو امتیاز سرور پر مشتمل کمیٹی کے کسان بچاؤ تحریک پنجاب کی طرف سے کنوینر ناصر جاوید گھمن ایڈووکیٹ اور دیگر ساتھیوں کے ساتھ تین گھنٹے سے زیادہ طویل ترین مذاکرات ناکام ہو گئے۔ تمام حکومتی کوششیں رائیگاں گئیں۔ کسان بچاؤ تحریک نے پنجاب بھر میں سول نافرمانی کی تحریک چلانے کا اعلان کر دیا اور ۲۵ جولائی سے ۲۷ جولائی تک ہڑتال کرتے ہوئے شہروں کے حدود میں دودھ چارہ سبزیاں پھل دیگر زرعی اجناس نہ لانے کا حلف اٹھالیا۔ مذاکرات کے اختتام پر کسان بچاؤ تحریک کے کنوینر ناصر جاوید گھمن نے ایک پرہجوم پریس کانفرنس اور کسانوں کی احتجاجی ریلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کسان اپنی جان تو دے سکتے ہیں مگر زبردستی حکومت کی طرف سے نافذ کردہ زرعی ٹیکس کسی صورت میں بھی ادا نہیں کریں گے۔ (۲۱ جولائی، روزنامہ اساس)

اسامہ بن لادن نے طالبان کے افغانستان میں کثیر لاگت منصوبوں کا آغاز کر دیا

امریکہ کو مطلوب سعودی نژاد اسامہ بن لادن نے طالبان کے زیر کنٹرول علاقوں میں سڑکوں، پلوں، کارخانوں اور آبپاشی کے کثیر لاگت منصوبوں کا آغاز کر دیا ہے۔ طالبان کے ہیڈ کوارٹر قندھار میں مستقل قیام کی غرض سے اسامہ نے ایک کالونی کی تعمیر شروع کر دی ہے۔ افغان ذرائع کے مطابق اسامہ نے قندھار ایئرپورٹ سے شہر تک سڑک کی تعمیر کے لئے مالی امداد فراہم کی ہے۔ اور دیگر علاقوں میں سڑکوں، پلوں اور کارخانوں کی تعمیر کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسامہ افغانستان کی زراعت کی ترقی کے لئے اہم آبپاشی کے منصوبے شروع کرنے پر غور کر رہے ہیں جس میں دریائے ہلمند کا رخ موڑ کر دو بنجر زمینوں کو قابل کاشت بنانے اور صوبہ ننگرہار میں دروانتہ ڈیم کے قریب دریائے کابل کے پانی کو اپ لفٹ پیکج کے ذریعے آبپاشی کے لئے استعمال کرنے کے منصوبے شامل ہیں۔ ذرائع نے ایک اعلیٰ افسر کے حوالہ سے بتایا کہ اسامہ بن لادن افغانوں میں انتہائی محبوب اور ان کے گرویدہ ہیں اور خلوص نیت سے چاہتے ہیں کہ افغان عوام کی بہتری کے لئے اپنی دولت نچھاور کریں۔ طالبان حکومت نے انہیں سرکاری مہمان کی حیثیت دے رکھی ہے لیکن ساتھ ہی انہیں افغان سرزمین کی دیگر ممالک کے خلاف استعمال نہ کرنے کی تاکید بھی کی ہے۔ (۲۱ جولائی، نوائے وقت)

پاکستانی اور اسرائیلی تاجر خواتین کا ناکرہ نہ ہوسکا

لاہور (جی این این) امریکن سنٹر میں پاکستانی اور اسرائیلی آجر خواتین کے درمیان سیٹلائٹ کے ذریعے ہونے والے مذاکرات میں عین آخری وقت پر اسرائیل کو مذاکرات سے خارج کر دیا گیا۔ پاکستان اور اسرائیل کے علاوہ اردن اور امریکہ کی خواتین بھی اس مذاکرہ میں شریک تھیں۔ تفصیل کے مطابق لاہور کی لالہ رخ اور ارم ملک نے پاکستان کی نمائندگی کی جبکہ اسرائیل کی طرف سے تل ابیب کی رہائشی آجر خواتین زیپا کاہن اور پولیٹ ایڈان نے شرکت کرنا تھی۔ اردن کی تاجر خاتون بھی اس مذاکرہ میں شریک تھی اور اسے امریکی تاجر خاتون نے کوارڈینیٹ کیا۔ اس اسرائیلی اور پاکستانی رابطے پر مذہبی جماعتوں کی طرف سے شدید ردعمل سامنے آیا تھا۔ مذاکرہ شام چھ بجے حسب پروگرام شروع ہوا لیکن عین آخری وقت پر اسرائیل کو اس مذاکرے سے خارج کر دیا گیا۔ پروگرام میں اس اچانک تبدیلی کے بارے میں جب امریکن سنٹر کے ڈائریکٹر سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ایسا چند فنی وجوہات کی بناء پر کیا گیا ہے۔

گولڈ سمتھ کی راکھ عمران خان نے لندن پہنچائی

لندن (نیوز ڈیسک) پاکستان تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان کے یہودی سسر سر جیمز گولڈ سمتھ کی راکھ سپین سے لندن لانے والے طیارے میں خود ان کے داماد، بیٹی جمائما عمران اور تیسری بیوی لیڈی اینابیل بھی سوار تھیں۔ عمران خان اپنے یہودی سسر کی راکھ لے کر خصوصی طیارے سے لندن ایئرپورٹ اترے تو بھاری تعداد میں آنجہانی کے رشتہ دار اور برطانیہ کے امیر و کبیر خاندانوں کے افراد موجود تھے۔ سر جیمز گولڈ سمتھ کی املاک کی مالیت ایک ارب ۶۰ کروڑ پاؤنڈ ہے۔ جس کی تین بیویوں، ایک محبوبہ اور آٹھ بچوں میں تقسیم پر تنازعہ پیدا ہونے کا خدشہ ہے۔ آنجہانی نے کوئی مفصل وصیت نامہ نہیں چھوڑا تاہم انہوں نے اپنی زندگی ہی میں برطانوی شہر سرے کے علاقے میں واقع چھ ایکڑ اراضی پر عظیم الشان بلڈنگ تیسری بیوی اینابیل کے نام کر دی تھی جو عمران خان کی ساس ہیں۔

بھارت میں سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں تین گنا اضافہ

بھارتی حکومت نے سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں تین گنا اضافہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہاں اخبارات نے سرکاری ترجمان کے حوالے سے خبر دی ہے کہ حکومت نے سرکاری ملازمین کے لئے پانچویں وِیج بورڈ کی سفارشات منظور کر لی ہیں جو بورڈ نے اس سال جنوری میں مرتب کری تھیں۔ فیصلے کے مطابق کم سے کم تنخواہ بھارتی کرنسی کے مطابق تین ہزار دو سو روپے ہو گی جو پاکستانی کرنسی کے مطابق تین ہزار نو سو روپے کے لگ بھگ بنتی ہے۔ ترجمان کے مطابق اس فیصلے سے ملک کے تیس لاکھ سرکاری ملازمین مستفید ہوں گے۔ (۲۱ جولائی، روزنامہ خبریں)

سیاسی نظام سے مایوس ہوں پارٹی کی سربراہی چھوڑ دوں گا
○ مولانا فضل الرحمٰن

جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ وہ موجودہ سیاسی نظام سے مایوس ہو چکے ہیں اور ممکن ہے کہ وہ جلد ہی پارٹی کی سربراہی چھوڑ دیں۔ غیر ملکی روزنامہ گلف نیوز سے باتیں کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ یکے بعد دیگرے آنے والی حکومتیں آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے دباؤ کے خلاف جرات مندانہ موقف اپنانے میں ناکام رہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بھاری مینڈیٹ کے باوجود مسلم لیگ کی حکومت لوگوں کی توقعات پورا نہیں کر سکی۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب میں حالیہ خون ریزی فرقہ وارانہ نہیں ہے بلکہ صوبائی حکومت کی تقسیم کرو اور حکومت کرو کی پالیسی کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ جلدی میں قانون سازی کا رجحان جاری رہا تو آئینی بحران پیدا ہو سکتا ہے۔ (۲۲ جولائی، روزنامہ جنگ)